www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

القنوط والیأس لاهل الارسال

من

نیل الامانی وحصول الآمال

مصنف
شیخ العرب والعجم سلطان المحدثین
علامہ سید ابو محمد بدیع الدین
شاہ راشدی
صدر جمعیت اهلحدیث سندھ

مقدمہ
فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب
پروفیسر آف جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراتشی

www.KitaboSunnat.com

شائع کردہ۔ جمعیت نوجوانان اصحاب الحدیث
کورنگی کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

جاء الحق --- حق آگیا !

الحمد للہ: اللہ رب العزت نے ہمیں یہ سعادت نصیب فرمائی کہ عالم اسلام کے عظیم محدث السید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کی کتاب القنوط و الیأس لاحل الارسال من نیل الامانی وحصول الآمال شایع کرنے کی توفیق عطا فرمائی شاہ صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپکا علم عالم اسلام میں چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہے جسکی مثال آپ کے ہونہار تلامذہ سے ملتی ہے مثلاً نوجوان محدث پروفیسر عبدالغفار اعوان صاحب اور پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی صاحب جیسے ہونہار محدث آپ ہی کے تلامذہ میں روشن مثال ہیں جہاں آپ خطابت کے شہسوار ہیں وہیں قلمی اعتبار سے آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے راسخ العقیدہ راسخ العلم اور اہلحدیث جماعت پر مر مٹنے والے ہیں جماعت اہلحدیث سے آپ کو والہانہ محبت ہے بہر حال آپ جماعت اہلحدیث کے لئے بیش بہا خزانہ ہیں ۔ مقدمہ: اس کتاب پر مقدمہ آپ کے شاگرد رشید پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی صاحب نے تحریر کیا ہے آپ کا مقدمہ اہل علم فہم والوں کے لئے باعث عبرت ہے بس اسکی مثال یوں سمجھیئے کہ استاد تو استاد شاگرد بھی سبحان اللہ ۔

ہم اپنے ارکین کے بے حد مشکور ہیں جنہوں نے مکمل تعاون فرما کر یہ کتاب شایع کرنے میں ہماری مدد فرمائی اور کاتب عبدالستار خان خلیلی صاحب کے بھی ہم بے حد مشکور ہیں جنہوں نے رات دن محنت فرما کر کتاب کو جلد شایع کرانے میں ہماری مدد فرمائی اللہ اس کتاب کو ہمارے اور دوسرے بھائیوں کیلئے نفع بخش بنائے ۔ آمین

اخوک ریاض الدین ناظم شعبہ نشر و اشاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

... ماڈل ٹاؤن - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ أشرف الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد۔

نماز دین کا انتہائی اہم اور بنیادی اہمیت کا حامل رکن ہے۔

(الصلاۃ عماد الدین)

شریعت نے اس کی بنیادی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے اسے کفر اور اسلام کے درمیان فارق قرار دیا۔ چنانچہ اس کا ترک موجب کفر ہے۔

العہد الذی بیننا وبینہم الصلوٰۃ فمن ترکہا فقد کفر

(مسند احمد۔ نسائی، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ)

یعنی: ہمارے اور کفار کے درمیان نماز کا فرق ہے۔ جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔" جبکہ اس کی حفاظت اور پابندی جزو ایمان ہے۔

"قد أفلح المومنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون"

بلاشبہ مومن فلاح پا گئے، جو کہ اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں

یہ وہ عظیم الشان فریضہ ہے جس پر اخروی حساب کا دارومدار ہے۔ چنانچہ حقوق اللہ میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا اور بقیہ سوالات اس پر مرتب ہوں گے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

أول ما یسأل عنہ العبد یوم القیامۃ من صلاتہ فان تقبلت تقبل منہ سائر عملہ وان ردت رد سائر عملہ

(رواہ أحمد فی کتابہ المسمی بالرسالۃ السنیۃ)۔ یعنی قیامت کے دن کیا بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر نماز قبول کر لی گئی تو بقیہ تمام اعمال قبول کر لئے جائیں گے ، اور اگر نماز رد کر دی گئی تو بقیہ تمام اعمال رد کر دیئے جائیں گے "۔

یہ بات معلوم ہے کہ نماز کی ادائیگی کا مدار نقل پر ہے۔ قیاس و تخمین پر نہیں۔

شریعت نے ہمیں اپنی مرضی یا خود ساختہ طریقے کے مطابق نماز ادا کرنے سے روکا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم بعینہ سنت کے مطابق نماز ادا کریں

فاذا أمنتم فاذكروا الله كما علمكم (البقرة)

یعنی جب (حالت خوف سے) امن میں آجاؤ تو بالکل اسی طرح اللہ کو یاد کرو (نماز پڑھو) جس طرح اس نے تمہیں (اپنے پیغمبر کے ذریعہ) سکھا دیا ہے۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۔

صلوا كما رأيتموني أصلي (بخاری)

جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بالکل اسی طرح نماز پڑھو۔

صرف اسی نماز کا ثواب ملیگا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور طریقے کے مطابق ہوگی ، چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ اپنی سنن میں یہ حدیث لائے ہیں ۔

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال : انی سمعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم یقول (من توضأ كما أمر وصلى كما أمر غفر له ما قدم من عمل (سنن نسائی ۱/۲۰)

یعنی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ : جس شخص نے وضو کیا بالکل اسطرح جسطرح اسے حکم دیا گیا ہے۔ پھر نماز پڑھی بالکل اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے۔ تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں
اسی لیئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور خاص نماز کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث مسئی الصلاۃ سے واضح ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جناب ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا صلاتنا وعلمنا ما نقول فيها۔ (الرسالة السنية للامام احمد صـ ۲)

یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ادائیگی نماز کا طریقہ سکھایا اور یہ بھی بتایا کہ ہم نماز میں کیا کچھ پڑھیں۔

ان تمام دلائل کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز کا ہر رکن بمطابق منصوص ادا کرنا چاہئے، بالفاظ دیگر ہر وہ فعل جو ہم نماز میں انجام دیں اس کا منتہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہو، ورنہ اس خلاف سنت فعل کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ٹھہرے گی.

من أحدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔

جب قرآن وحدیث کے ان صریح دلائل سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ہر شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرنے پر مکلف ہے تو پھر اس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل نماز کتب احادیث میں محفوظ ہے۔ ورنہ نماز کے ہر فعل اور ہر حالت پر قولی یا فعلی دلیل موجود ہے۔ كما لا يخفى على أهل العلم والمعرفة ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ذات باری تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ مبارکہ کے مطابق نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہو اور آپ کے ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل کے اپنانے پر مکلف کیا ہو، اور اس کے بعد آپ کے مکمل طریقۂ نماز کو ہمارے لئے محفوظ بھی نہ رکھا ہو۔ جبکہ اس کا دعویٰ ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

بنا بریں میرا یہ دعویٰ ہے کہ نماز میں ادا کئے جانے والے ہر فعل اور ہر حرکت پر دلیل موجود ہے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ ہی کی روشنی میں نماز ادا کرنی چاہیئے۔

نماز میں ادا کیئے جانے والے کسی فعل کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ جیسطرح سب لوگ ادا کرتے ہیں اسطرح ادا کر لینا چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس فعل کو ادا کرنے کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کیا ہے؟! پھر جب آپ کی ہدایت مل جائے تو اسے دل وجان سے قبول کر لینا چاہیئے۔ خواہ پوری دنیا کا عمل اس کے خلاف ہو۔

مندرجہ ذیل آیات پر خوب غور کرنا چاہیئے۔

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا ۰

اور جو چیز تم کو رسولؐ دے اسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکے اس سے رک جاؤ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔

البتہ تمہارے لئے (صرف) رسول اللہؐ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۰

اور تیرے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر اپنے دلوں میں اس فیصلہ کو سن کر کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ (اسے فوراً) تسلیم کر لیں۔

وأن ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بے شک یہ میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے۔ اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو کہ یہ پیروی تمہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیگی۔

اکثریت کے عمل کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرنے والے کے خلاف روزِ قیامت کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی، لیکن آپ کے مبارک فرمان کو چھوڑ کر اکثریت کے متفق علیہ فیصلہ کو اختیار کرنے والے کے پاس بھلا کیا عذر ہوگا۔؟؟

کیا ہم نے اکثریت کی فرمانبرداری کرنے کیلئے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے۔ یہ فرمانِ خداوندی بھی مدنظر رہنا چاہئے۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔

ترجمہ: اور اگر تو نے زمین والوں میں اکثریت کی پیروی کی تو وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کردیں گے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم زیر بحث مسئلہ کی طرف آتے ہیں یعنی رکوع کے بعد ہاتھوں کو باندھنا چاہیئے یا کھلا چھوڑ کر لٹکانا چاہیئے؟ اس مسئلہ میں اکثریت کا عمل کیا ہے اس سے قطع نظر پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل کیا ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل منصوص نہ ہو ورنہ آیت فاذکروا اللہ کما علمکم اور حدیث صلوا کما رأیتمونی اصلی سے ثابت ہونے والے عموم پر زبردست اعتراض اور طعن وارد ہوسکتا ہے۔ پہلے یہ بات طے ہوجانی چاہئے کہ رکوع کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کھڑا ہونے کے عمل کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟ شرعی دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اس کھڑا ہونے کو قیام کہا جاتا ہے۔ اور کھڑا ہونے والا قائم کہلاتا ہے، بعض حضرات اس حالت کو قومہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ بے دلیل ہے۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئی الصلاۃ سے فرمایا تھا۔

ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما

پھر رکوع کرو حتیٰ کہ بحالت رکوع اطمئنان حاصل ہو جائے، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ۔ حتیٰ کہ بحالت قیام اعتدال حاصل ہو جائے۔ (صحیح بخاری ۱/۱۰۹)

۲۔ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ ثم یقول وھو قائم ربنا لک الحمد (بخاری شریف ۱/۱۰۹)

پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر آپ جب کھڑے ہو جاتے تو ربنا لک الحمد کہتے۔

۳۔ جناب براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ کانوا اذا صلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرفع۔ راسہ من الرکوع قاموا قیاما حتی یروہ قد سجد (صحیح بخاری ۱/۱۰۳)

یعنی صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب نماز پڑھتے، تو نبی علیہ السلام جب رکوع سے سر اٹھا لیتے تو صحابہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک نبی علیہ السلام کو سجدہ میں نہ دیکھ لیتے۔

اس حدیث میں قولہ: قاموا قیاما، خوب قابل غور ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر قومہ نامی کوئی اصطلاح ہوتی تو قاموا قومۃً کہہ دیتے، کیونکہ قومۃ کو بھی اس باب کے مصادر میں ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ جناب انس رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاذا رفع راسه من الركوع قام حتى نقول قد نسي (صحیح بخاری ۱/۱۱۰)

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنا قیام فرماتے کہ ہم سوچنے لگتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

ان احادیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ رکوع کے بعد کھڑا ہونا شرعاً قیام کہلاتا ہے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قیام کافی طویل ہوا کرتا تھا۔

جناب ابو ھریرہ اور جناب انس رضی اللہ عنہما نے بھی رکوع کے بعد کھڑا ہونے کو قیام سے تعبیر فرمایا ہے، جس سے صحابہ کرام کی فکر کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ما بعد الرکوع کو قیام کہنا ائمہ دین ومحدثین کے نزدیک مشہور ومعروف تھا۔ طوالت سے بچنے کیلئے امام نسائی رحمۃ اللہ کے دو ابواب نقل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی سنن میں قائم فرمائے ہیں۔

۱۔ باب قدر القيام بين الركوع والسجود

۲۔ باب ما يقول في قيامه ذالك (نسائی شریف ۱/۱۲۷)

امام احمد بن حنبل اپنے رسالہ متعلقہ نماز میں فرماتے ہیں۔

(وامره اذا رفع راسه من الركوع فقال سمع الله لمن حمده أن يثبت قائما معتدلا حتى يقول ربنا ولك الحمد وهو قائم معتدل من غير عجلة في كلامه ولا مبادرة وإن زاد على

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلک وقال ربنا ولک الحمد ملء السموات .... الخ)

(الرسالۃ السنیۃ فی الصلاۃ ص۱)

بہرحال رکوع کے بعد کھڑا ہونے کو شرعاً قیام کہا جاتا ہے، جس کا ماضی قَامَ ہے۔ مضارع یقوم ہے، اور اسم فاعل کا صیغہ قائم ہے۔ اور یہ تمام صیغے مختلف احادیث میں مابعد الرکوع کیلئے وارد ہوتے ہیں۔ جبکہ اسی قسم کے صیغے قبل الرکوع والے قیام کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نقل کرنے کی ضرورت اس لیئے نہیں کہ قبل الرکوع کھڑا ہونے کو سب قیام تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ بعد الرکوع کھڑا ہونے کو قیام تسلیم کرنے میں انہیں کچھ الجھن اور اضطراب ہے۔ اسی الجھن کے ازالہ کے لئے بعض احادیث، اور سلف کی نقول پیش کی گئی ہیں۔

بہرکیف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں مقامات پر کھڑا ہونے کو شرعاً قیام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو پھر رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔

یقول الإمام النسائی فی سننہ: وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ۔ أخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن موسی بن عمیر العنبری وقیس بن سلیم العنبری قالا حدثنا علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان قائما فی الصلاۃ قبض بیمینہ علی شمالہ۔ (سنن نسائی ۱/۱۰۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا ترجمہ :

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں جب بھی قیام کی حالت میں ہوتے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے۔

اس حدیث میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ہر قیام کے موقع پر ہاتھوں کی کیفیت واضح کر دی ہے۔ جو کہ وضع ہے ارسال نہیں ہے۔ ہر قیام اس میں اسلئے داخل ہے کہ کلمہ (اذا) بالاتفاق عموم کا صیغہ ہے۔ اپنے عموم پر ہمیشہ قائم رہتا ہے الا یہ کہ شرعی دلیل سے کوئی مخصص وارد ہو جائے۔

لہذا یہاں کسی ایک قیام کی تخصیص اور دوسرے قیام کی نفی کے لیے کوئی قوی اور صریح دلیل چاہئے۔ جو آج تک کوئی پیش نہیں کر سکا مذکورہ حدیث کی دلالت اور مصداق اظہر من الشمس ہے۔ اور انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے عموم کے ساتھ تسلیم کر لیا جائے، اور اپنی یا اپنے بڑوں کی خواہش کو حدیثِ رسول کے مقابلہ میں باطل کر دیا جائے۔

وفقنا اللہ جمیعا لما فیہ حبہ ورضاہ۔

البتہ یہاں ایک اشکال عام ذہنوں میں دیکھنے میں آیا ہے اور گفتگو کے موقع پر کئی دوست اس اشکال کو وارد کر چکے ہیں، اور وہ یہ کہ شرعی اصطلاح میں اور عرفِ عام میں جب لفظ قیام بولا جاتا ہے تو اس سے مراد پہلا قیام یعنی رکوع سے پہلے والا قیام ہی سمجھا جاتا ہے دوسرا قیام نہیں سمجھا جاتا ہے۔ لہذا اس حدیث میں قیام کا ذکر تو ہے، اور وہ کسی خاص وقت کے ساتھ مقید بھی نہیں ہے۔ لیکن پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اس سے قیام قبل الرکوع ہی مراد ہوگا ۔ مابعد الرکوع نہیں ۔ لیکن اس اشکال کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ جہاں تک شرعی اصطلاح کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ابطال کے لئے کئی حوالے پیش کر چکا ہوں جن میں قیام کا ذکر ہے اور اس قیام سے مراد صرف قیام بعد الرکوع ہے اور جہاں تک عرفِ عام کے فہم کا تعلق ہے تو کیا عرفِ عام کو شریعت کے مقابلہ میں دلیل بنا کر پیش کرنا جائز ہے ؟

پھر بھی ان دوستوں کی تشفی کے لئے میں نے اس مسئلہ پر کافی غور وخوض کیا ہے ، اور غور کے بعد میں نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نماز کے باب میں جب بھی لفظ قیام یا اس کے کسی اشتقاق کا استعمال ہوگا تو وہ تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ خاص ہوگا ۔

۱۔ یا تو اس سے مراد صرف قیام قبل الرکوع ہوگا ۔

۲۔ یا اس سے مراد قیام بعد الرکوع ہوگا ۔

۳۔ یا اس سے مراد دونوں قیام ہوں گے ۔

اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے ۔

۱۔ قیام سے مراد قیام قبل الرکوع اس وقت ہوگا جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو قیام کو ما قبل الرکوع کے ساتھ خاص کر دے اور ما بعد الرکوع کی نفی کر دے ۔ اس کی مثال صحیح بخاری کی حدیث ہے جو جناب براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ فرماتے ہیں :۔

کان رکوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسجودہ وبین السجدتین واذا رفع من الرکوع ما خلا القیام والقعود قریبًا من السواء ۔ یہاں (ما خلا القیام) میں قیام سے مراد صرف قیام قبل الرکوع ہے ۔ قیام بعد الرکوع نہیں ہے ۔ کیونکہ قرینہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے جو قیام بعد الرکوع کو اس سے خارج کر دیتا ہے۔ اور وہ قرینہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام بعد الرکوع کا پہلے الگ ذکر فرما دیا ہے۔ وھو قولہ "واذا رفع من الرکوع" لہذا مستثنیٰ کو دوبارہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح جزء القراۃ کے حوالے سے ایک حدیث پیش کیجاتی ہے جس کا مفہوم کچھ اسطرح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قیام فرماتے سورہ فاتحہ پڑھتے یہاں بھی قیام سے مراد صرف قیام اول ہی ہے، قیام بعد الرکوع نہیں ہے۔ کیونکہ قرینہ موجود ہے جو قیام کو ماقبل الرکوع کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ اور وہ قرینہ قرأۃ فاتحہ کا ہے۔ کیونکہ قرأۃ قیام اول کے ساتھ خاص ہے۔ قیام بعد الرکوع قرأۃ کا محل نہیں ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ بالدین، فتفکر۔

۲۔ نماز کے باب میں قیام کا دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس سے مراد صرف قیام بعد الرکوع ہو۔ یہ معنی اسوقت مراد ہوگا جب کوئی ایسا قرینہ ہو جو قیام کو مابعد الرکوع کے ساتھ خاص کر دے، اور ماقبل الرکوع کی نفی پر دلالت کرے۔ اس کی مثال صحیح بخاری کی حدیث ہے جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی ثم یقول وھو قائم ربنا ولک الحمد (۱/۱۰۹) پھر آپ ربنا ولک الحمد کہتے درانحالیکہ آپ قیام میں ہوتے۔ یہاں قیام سے مراد قیام بعد الرکوع ہے کیونکہ قرینہ موجود ہے جو مابعد الرکوع کے لئے مخصص ہے اور وہ ہے۔ ربنا ولک الحمد کہنا کہ یہ رکوع کے بعد والے قیام میں کہا جاتا ہے قیام اول میں نہیں کہا جاتا۔ اسطرح صحیح بخاری کی حدیث: فاذا رفع راسہ من الرکوع قام حتی نقول قد نسی۔ (صحیح بخاری ۱/۱۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث : ثم ارفع حتی تعتدل قائماً (صحیح بخاری ۱/۱۰۹)
میں بھی قیام سے مراد قیام ثانی ہے، قیام اول ہرگز نہیں۔ والقرینۃ واضحۃ
۳۔ نماز کے باب میں لفظ قیام کا تیسرا استعمال یہ ہے کہ وہ قیام اول
اور قیام ثانی دونوں پر مشتمل ہو اور کسی ایک کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ کسی بھی
رکعت کا قیام ہو، خواہ رکوع سے پہلے، خواہ رکوع کے بعد اور یہ معنی
اس وقت مراد ہو گا جب کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو قیام کو ما قبل الرکوع یا
ما بعد الرکوع کے ساتھ خاص کرے ایسی صورت میں عموم ہو گا اور وہ دونوں
قیاموں کو شامل ہو گا کسی ایک قیام کی تخصیص اور دوسرے کی نفی نہ صرف
یہ کہ بلا دلیل عمل ہو گا بلکہ نص پر زیادتی اور اضافہ کا موجب ہو گا۔
مثلاً قولہ تعالیٰ : وقوموا للہ قانتین ۔ میں قیام کا
حکم ہے۔ اس قیام سے کون سا قیام مراد لیں گے؟ رکوع سے پہلے
والا یا رکوع سے بعد والا ؟ ظاہر ہے یہاں قیام کی تخصیص نہیں کر سکتے
کیونکہ کوئی قرینہ یا دلیل موجود نہیں ہے جو قیام کو قیام اول یا قیام
ثانی سے خاص کرے۔ اگر یہاں یہ کہا جائے کہ عرف میں قیام اول ہی
سمجھا جاتا ہے تو پھر کیا قانتین کی شرط رکوع سے پہلے والے
قیام کے ساتھ لگائی جائیگی ؟ قانتین کے بہت سے معنی ہیں لیکن
صحیحین میں اس آیت کے شان نزول کو پڑھا جائے تو قانتین بھی
ساکتین ہے۔ گویا سکوت کی قید پہلے قیام کے ساتھ خاص رہے گی۔
وھو باطل ۔ اسی طرح قولہ تعالیٰ ۔ والذین یبیتون
للہ بھم سجدا وقیاما ۔ میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام کو قیام اول یا قیام ثانی میں محصور کرے لہذا یہاں بھی عموم ہے اور دونوں قیام مراد ہوں گے رکوع سے پہلے والا بھی اور رکوع سے بعد والا بھی۔ والامثلۃ کثیرۃ اسطرح ہم بجا طور پر قیام کے اس تیسرے اطلاق کی مثال میں سنن نسائی کی مذکورہ حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ اس حدیث میں کوئی ایسی دلیل یا کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو قیام اول کے ساتھ خاص کرے۔ پھر غور سے حدیث پڑھ لیجئے۔

عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان قائما فی الصلاۃ قبض بیمینہ علی شمالہ۔

(نسائی ۱/۱۰۵)

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز میں قیام کی حالت میں ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے۔

یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں جو قیام مذکور فی الحدیث کو قیام قبل الرکوع کے ساتھ خاص کرے اگر کوئی مخصص ہے تو خدارا اسے پیش کیجئے..... فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخرہ۔ بعض حضرات تخصیص کا قرینہ لانے کے لئے اپنی ہمتیں اور توانائیاں صرف کرتے ہیں لیکن ان کا وضع کردہ قرینہ خود ان کے اپنے لئے بہت سے اشکالات کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ وضع قراۃ کو مستلزم ہے۔ قیام اول میں چونکہ قرأت ہے۔ لہذا وضع بھی ہے۔ اور قیام ثانی میں چونکہ قرأت نہیں لہذا وضع بھی نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ وضع کے مستلزم قراءۃ ہونے کا قاعدہ کہاں سے آیا؟ جو کچھ حدیث رسول ؐ میں ہے کیا وہ ہمارے لئے قاعدہ نہیں بن سکتا؟

اگر حدیث یوں ہوتی اذا کان قائما فی الصلاۃ ۔ (وھو یقراء) قبض بیمینہ ..... تب تو یہ قاعدہ فی الواقع منصوص ہوتا۔ اور کم از کم اہلحدیثوں میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، کیونکہ حدیث رسول کی پیروی کرنا ہی اہلحدیث کا مقصد حیات ہے، لیکن دوستو! حدیث رسول میں ایسی کوئی قید نہیں ہے۔ تو جو قید نبی علیہ السلام نے نہیں لگائی، اسے ہم محض اپنا مطلب اخذ کرنے اور اپنی خواہش کی تکمیل کرنے کی خاطر لگانا گوارہ کر لیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

پھر اگر وضع قرأت کو مستلزم ہے۔ تو نماز کے شروع میں ثنا پڑھتے وقت ہاتھوں کو چھوڑ دینا چاہئے، امام جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے بعد جب دوسری آیت پڑھتا ہے تو مقتدی کو چاہئے خاموش رہنے کا حکم ہے تو پھر اگر وضع مستلزم قرأت ہے تو مقتدی کو چاہئے کہ یہاں اپنے ہاتھ چھوڑ دے۔

نماز جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد قرأت نہیں بلکہ درود اور دعائیں ہیں تو دوسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ چھوڑ دینے چاہیں۔

بہرحال آپ کا اختراع کردہ قاعدہ بہت سے اشکالات کا دروازہ کھول دے گا اور سب سے بڑا اشکال یہ کہ حدیث رسول پر زیادتی جیسے گھناونے اور تاریک ترین جرم کا ارتکاب۔ وقد اخرج الامام احمد فی مسندہ بأن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال : ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبی مجاب ...... فذكر (الزائد فی كتاب الله) اعاذنا الله من الزيادة والنقص فی الدين و رزقنا التمسك بهديه كما ورد ، وجعلنا مثل الذی سمع فقال لا ازيد على هذا شيئا ولا انقص منه شيئا ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فی حقه : من سر ان ينظر الى رجل من اهل الجنة فلينظر الى هذا ۔

بعض حضرات یہاں یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ قیام اول میں ہاتھ باندھے پھر رکوع میں گئے تو ہاتھ کھل گئے اب رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد دوبارہ باندھنے کی دلیل چاہیئے ۔ اس شبہ کی کوئی حقیقت اور بنیاد نہیں ، بلکہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اعتراض کرنے والے کو بھی اعتراض کے کھوکھلے پن کا احساس ہوگیا ہوگا ۔۔

یہاں اس دلیل کا علمی تجزیہ کرنے کی بجائے اگر ہم آپ ہی کے نہج پر چلتے ہوئے یہ کہدیں کہ رکوع میں جانے سے ہاتھ کھل گئے ، پھر رکوع اور سجدہ سے فارغ ہوکر جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوں گے تو یہاں اب دوبارہ ہاتھ باندھنے کی کیا دلیل ہے ؟ نماز میں قرأت کرتے کرتے اگر سجدۂ تلاوت آجائے ، تو سجدۂ تلاوت کرنے سے ہاتھ کھل گئے ، اب جب دوبارہ کھڑے ہوں گے تو یہاں ہاتھ باندھنے کی کیا دلیل ہے ؟..... ؟

یقیناً آپ یہی کہیں گے کہ ان سب صورتوں میں چونکہ قیام کی حالت عود کر آئی ہے لہذا وضع بھی عود کر آیا ہے ۔ اور یقیناً سنن نسائی کی مذکورہ حدیث کے عموم سے استدلال کریں ، تو رکوع کے بعد کھڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کو کیا کہیں گے ؟ اسے قیام تسلیم کرنے سے کیا پریشانی لاحق ہوتی ہے ۔ جبکہ واضح ہوچکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور ائمہ ومحدثین اس حالت کو قیام ہی سے تعبیر فرماتے تھے ۔ لہذا رکوع سے کھڑے ہوکر قیام عود کر آیا ، وضع بھی عود کر آئے گا ۔ اور اس کی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے ۔ جس کا آج تک کوئی مخصص نہیں لا سکا ۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین .

دوسری دلیل : صحیح بخاری سے ایک اور دلیل ہدیہ قارئین ہے .

عن سھل بن سعد قال کان ناس یؤمرون أن یضع الرجل یدہ الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلاۃ : (صحیح بخاری ۱/۱۰۲)

جناب سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نمازی ، نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے ۔

وجۂ استدلال : اس حدیث میں یہ صراحت ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے سوال یہ ہے کہ کیا مکمل نماز میں اور نماز کی ہر حالت میں یہ عمل قائم رہے گا ؟

جواب : اس حدیث کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہ عمل پوری نماز پر برقرار رہے گا ۔ لیکن ہاتھوں کی کیفیت سے متعلق دیگر احادیث بعض حالتوں کو وضع الیمین علی الشمال کے حکم عام سے خارج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیتی ہیں ۔

۱۔ مثلاً : رکوع میں وضع نہیں ہے ۔ بلکہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا وارد ہے ۔ (دلیل) واذا رکع امکن یدیہ من رکبتیہ (صحیح بخاری ۱/۱۱۴)

وفی روایۃ آخرجھا البخاری فی صحیحہ : وأمرنا ان نضع ایدینا علی الرکب (۱/۱۰۹)

وفی حدیث رواہ النسائیؒ فی سننہ (فلما رکع وضع راحتیہ علی رکبتیہ وجعل أصابعہ اسفل من ذلک (۱/۱۲۴)

۲۔ اسی طرح سجدہ کی حالت میں وضع نہیں ہے ۔ بلکہ ہاتھوں کو زمین پر ٹیکنے کا حکم ملتا ہے (دلیل) فوضع یدیہ بالارض (سنن نسائی ۱/۱۳۰)

دوسری حدیث میں ہے: ثم کبر وسجد فکانت یداہ من اذنیہ علی الموضع الذی استقبل بھما الصلاۃ (نسائی ۱/۱۳۰)

۳۔ بیٹھنے کی صورت میں بھی وضع نہیں ہے ۔ بلکہ ہاتھوں کو رانوں پر رکھنے کا حکم ہے ۔ (دلیل) واذا جلس ضجع الیسری ونصب الیمنی و وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری و یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی (نسائی ۱/۱۴۸)

مقامِ غور: یہ ہے کہ نماز کی چار ہی حالتیں ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ قیام ۲۔ رکوع ۳۔ سجود ۴۔ جلوس
پانچویں حالت کوئی نہیں ۔
حدیث زیر بحث میں نماز کے اندر وضع الیمین علی الشمال کا حکم ہے ۔ لیکن تین حالتیں اس عمومی حکم سے مستثنیٰ ہو گئیں ۔

۱۔ رکوع کی حالت ۲۔ سجود کی حالت
۳۔ جلوس کی حالت ۔

باقی قیام رہ گیا ..... قیام کے سلسلہ میں کسی حدیث میں نہ کوئی استثناء وارد ہوا ہے ، اور نہ ہی وضع کے علاوہ کوئی دوسری صورت وارد ہوئی ہے ۔

اور قیام ایک رکعت میں دوبارہ ہوتا ہے ۔

۱۔ رکوع سے پہلے ۲۔ رکوع کے بعد ۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں قیاموں میں ہاتھوں کی کیفیت کیا ہونی چاہئے ؟

صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لیا جائے ، تاکہ مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہو ۔

"نمازی کو نبی علیہ السلام کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھیں" ۔

(صحیح بخاری ۱/۱۰۲)

دلیل کے ساتھ یہ واضح ہو چکا ہے کہ رکوع ، سجود ، اور جلوس کی حالتیں اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا محالہ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس حدیث میں جو وضع الیمین علی الشمال کا حکم دیا گیا ہے وہ صرف قیام کے ساتھ خاص ہے اور قیام چونکہ دو ہیں لہذا اگر کہیں کہ یہ حکم دونوں قیاموں کے لئے ہے تو مسئلہ یہیں ختم ہو جائیگا ۔ مزید کسی مباحثہ یا مناقشہ کی ضرورت نہیں پڑے گی اور یہی عافیت اور سلامتی کا راستہ ہے ۔ اور اگر یہ کہیں کہ یہ حکم صرف قیام اول کے ساتھ خاص ہے اور رکوع کے بعد والا قیام اس سے مستثنیٰ ہے ۔ تو اس استثنا کے لئے بعینہ اسطرح واضح اور قوی دلیل چاہئے جسطرح کی واضح اور قوی دلیلیں ہم نے رکوع ، سجود اور جلوس کے استثناء کے لئے پیش کی ہیں صحیح بخاری کی حدیث سے معارضہ کوئی آسان کام نہیں ہے ۔

پھر قیام ثانی کے استثناء کے لئے نہ صرف یہ کہ دلیل استثنا تلاش کرنی پڑے گی بلکہ ایک مسئلہ اور کھڑا ہو جائیگا کہ آخر آپ قیام ثانی کو وضع کے حکم سے جو مستثنیٰ کرتے ہیں تو آخر وہ کس فارق کے تحت ہے یعنی قیام قبل الرکوع اور قیام بعد الرکوع میں فارق کیا ہے ہے کہ محض اپنی رائے سے ایک کے لئے وضع اور دوسرے کے لئے ارسال کا حکم لگا دیا ....؟ !!

اگر یہ کہیں کہ ان دونوں میں قرأت فارق ہے کہ یہ قیام اول کے ساتھ خاص ہے ۔ جبکہ قیام ثانی میں قرأت نہیں ہے تو یہ فارق من حیث الوضع والارسال ہرگز مؤثر نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرأت وضع کو مانع نہیں ہے ۔ اگر کہا جائے کہ پہلا قیام بڑا ہے جبکہ رکوع سے بعد والا قیام چھوٹا ہے اور یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وضع اور ارسال کے لحاظ سے فارق ہے، تو یہ بھی محتاج دلیل ہو گا یعنی ایک ایسی دلیل لانی ہوگی جس میں یہ تفصیل ہو کہ جب قیام بڑا ہو تو وضع کرو اور جب چھوٹا ہو تو ارسال کرو۔

پھر اگر یہ دونوں فارق درست ہیں۔ تو اس صحابی (یا اس جیسے کسی دوسرے شخص) کیلئے آپ کا فتویٰ کیا ہو گا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور قرآن کو یاد رکھنے سے اپنی معذوری ظاہر کی نبی علیہ السلام نے فرمایا تم مندرجہ ذیل کلمات پڑھ لیا کرو (یہ کلمات تمہارے لئے قرأت کا بدل ہیں) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (نسائی ۱/۱۱۳) اس شخص کے قیام میں نہ قرأت ہے نہ طوالت۔

تو اب کیا وہ ارسال کریگا؟ اگر ہاں تو کس دلیل کے تحت؟

اور اگر نہیں تو پھر ذکر کردہ دونوں فارق باطل ہو گئے۔ وھو الحق۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ (دلیل) کان یقرأ فی الظھر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین وفی الرکعتین الاخریین بام الکتاب ..... وھکذا فی العصر (صحیح بخاری ۱/۱۰۷)

جبکہ رکوع کے بعد پڑھے جانے والے ماثور و منصوص اوراد و اذکار اگر جمع کئے جائیں تو وہ تعداد کلمات کے اعتبار سے اگر سورۂ فاتحہ سے متجاوز نہیں تو کم و بیش مساوی ضرور ہونگے۔ بلکہ ایک حدیث میں تو حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وکان قیامہ ورکوعہ واذا رفع رأسہ من الرکوع وسجودہ ومابین السجدتین قریبًا من السواء

(سنن نسائی ۱/۱۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال قیام اوّل اور قیام ثانی کے درمیان طوالت کو فارق بنانا اور پھر بنائے علیہ وضع وارسال کی تفریق کا حکم لگانا باطل ہوگیا

قصہ مختصر یہ ہے کہ سنن نسائی سے ذکر کردہ وائل بن حجر رضہ کی حدیث اور صحیح بخاری سے پیش کردہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے عموم کو تسلیم نہ کرنے سے قیل و قال اور بے فائدہ قسم کے جدال وخصام کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جبکہ اس کے عموم کو تسلیم کر لینے میں عافیت ہی عافیت ہے

فالسامع المطیع لا حجۃ علیہ والسامع العاصی لا حجۃ لہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں ایک شبہ کا ازالہ از حد ضروری ہے۔ یہ شبہ عام ذہنوں میں ابھرتا ہے اور وہ اکثر اس کا ذکر بھی کرتے رہتے ہیں کہ اگر رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا مسنون عمل ہے تو آج تک کسی نے اسے اختیار کیوں نہیں کیا۔ آخر بڑے بڑے علماء اور محدثین گزرے ہیں ان سب سے یہ سنت اوجھل ہی رہی؟

اس سلسلہ میں واضح ہونا چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی حدیث آجانے کے بعد اس قسم کا کوئی شبہ یا اشکال باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ یہی ایک مومن کی شان ہے۔

وما کان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ......

مشرکین مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سنکر کہا تھا۔

انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون

(سورۃ الزخرف ۲۳)

ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ دین میں معیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یا علماء اور بزرگوں کا عمل؟

اہل تحقیق کی زبانوں سے اس قسم کی بات سنکر افسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ اشکال اپنی نکارت اور سخافت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ اسے یہاں ذکر بھی کیا جائے تاہم بعض دوستوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنی الجھن اور پریشانی دور کرنے کے لئے چند سطریں اس موضوع پر لکھنی ضروری ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ پر کلام کرنے کے لئے دو مقدمے بناتا ہوں۔

۱۔ کیا بڑے بڑے علماء اور محدثین سے کسی مسئلہ کا مخفی اور اوجھل رہنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ کیا رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا فی الواقع علماء پر مخفی ہی رہا اور یہ کہ یہ مسئلہ اس دور کی پیداوار ہے۔ یا بقول بعض حضرات یہ مسئلہ استاذ العلماء، راس المحققین علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی مدظلہ العالی کا ایجاد کردہ اور ان ہی کا تشہیر کردہ ہے؟

وسنذ کر انہ لیس بصواب

مقدمۂ اولیٰ۔ ایک مسئلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے ثابت ہو وہ بڑے بڑے علماء سے مخفی رہ سکتا ہے۔ اور علماء اور لوگوں کی اکثریت اس مسئلہ سے ناواقف ہو سکتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ کہ لوگوں کی اکثریت ایک ثابت شدہ مسئلہ سے ناواقف ہو تو میں پوچھوں گا کہ پھر نبی علیہ السلام کی اس حدیث سے کیا مراد لیں گے جس میں کسی مردہ سنت کے زندہ کرنے کا ثواب مذکور ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی الجامع السنن میں لائے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث کثیر بن عبداللہ کی وجہ سے متقال سے خالی نہیں۔ لیکن علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ منذری لکھا ہے کہ اس حدیث کے بہت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شواہد ہیں ۔ (تحفۃ الاحوذی ۳/۳۷۹)
حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي كان له من الأجر مثل من عمل بها من غير أن ينقص من اجورهم شيئا

(ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۳/۳۷۹)

جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر میرے بعد عمل کرنا چھوڑ دیا گیا ہو تو جس نے اس سنت پر عمل کیا ان کے اجر کے برابر اللہ تعالیٰ اس (زندہ کرنے والے) کو بھی اجر عطا فرمائے گا۔ اور وہ اس طرح کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں سے کوئی کمی نہ کی جائیگی ۔

اب دو باتیں ہیں ۔ یا تو یہ کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا متروک ہونا اور امت کی اکثریت کا اس سے ناواقف ہونا ممکن نہیں ۔ اور یا یہ کہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے. اگر یہ ممکن نہیں تو پھر مذکورہ حدیث کا مصداق کیا ہو گا ؟ اور اگر مذکورہ واضح الدلالت حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ یہ ممکن ہے ۔ تو پھر مسئلہ زیر بحث میں اس قسم کا شبہ یا اشکال وارد کرنے کا کیا معنیٰ؟ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی متروک اور مردہ کی گئی سنت کا احیاء ہو جائے تو پھر بلا تاخیر اس سنت کو قبول کر لینا چاہیئے اور یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ اس سنت کو میرے بزرگوں اور میرے مولویوں نے قبول کیا ہے یا نہیں ؟ نہ ہی یہ دیکھنا چاہیئے کہ بس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کے مقابلہ میں اکثریت کا عمل کیا ہے ؟ کیونکہ مردہ سنت کے احیاء کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ علماء کی اکثریت یا کسی خطے کے تمام لوگ اس سے ناواقف تھے اور اس پر عمل متروک ہو چکا تھا ۔ پھر اللہ کی توفیق اور اس کے فضل سے صحیح اور مسنون مسئلہ لوگوں کو بتایا گیا ۔ تو ظاہر ہے اس سنت کے احیاء کے وقت تو اکثریت کا عمل اس کے خلاف ہی ہوگا ، ورنہ وہ سنت متروک نہیں کہلائی جا سکتی ۔ لہٰذا ایسی صورت میں نبی علیہ السلام کی حدیث پر ہی عمل کرنا پڑے گا ، اور اس کے مقابلہ میں اکثریت کے عمل یا فتویٰ کی تلاش وجستجو ایک غلط اقدام ہوگا ۔

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و قرار

صحابی رسول ﷺ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ دیکھا ہے ۔ ہمارے اندر کوئی ایسا عمل تو نہیں دیکھا جو نبی علیہ السلام کے زمانے کے عمل سے مختلف ہو ۔ تو جناب انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(ما أنكرت شيئا إلا أنكم لا تقيمون الصفوف)

میں نے کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی الا یہ کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے ۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ۲/۲۱۰)

غور کیجئے یہ تابعین کا دور ہے ۔ بڑے بڑے علماء موجود تھے ، مدینہ میں رہنے والے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان کا زمانہ نبی علیہ السلام سے قریب تر ہے اس کے باوجود ایک ایسا عمل جس کا نبی علیہ السلام خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے اور جب تک صفوں کے سیدھے ہونے کا ایقان واطمئنان نہ ہو جاتا نماز شروع نہ فرماتے وہ عمل جناب انس کے مشاہدہ کے مطابق لوگوں میں موجود نہیں رہا تھا۔ پھر آپ نے حدیث پیش کی اور لوگوں نے قبول کر لیا۔

چنانچہ واضح ہوا کہ بڑے بڑے علماء پر ایک سنت مخفی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ اہل مدینہ پر تسویۃ الصفوف کا عمل مخفی ہوا، حالانکہ اہل مدینہ کا تمسک بالسنۃ دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ مشہور و معروف تھا۔ اور اہل مدینہ کا عمل دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ معتبر تھا۔

اب کیا یہاں اس اشکال کی کوئی گنجائش یا حقیقت ہے کہ اہل مدینہ پر تسویۃ الصفوف کی سنت کیوں مخفی ہوئی؟ حالانکہ مدینہ بڑے بڑے علماء اور محدثین کا مسکن تھا؟ پھر کیا کسی نے جناب انس رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض کیا؟ یا یہ کہا کہ آپ اہل مدینہ کے عمل کے خلاف ایک نیا مسئلہ یا ایک نئی حدیث کہاں سے لے آئے؟ مگر ہرگز نہیں؟ ان کے ایمان نے قطعاً یہ گوارہ نہیں کیا کہ وہ انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کے مقابلہ میں اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ملتی جلتی ایک اور مثال پیش خدمت ہے۔ یہ مثال بھی عہد تابعین سے متعلق ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم فرمایا ہے (باب تضییع الصلاۃ عن وقتھا) اس باب کے تحت جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا واقعہ نقل فرمایا جو دمشق میں پیش آیا۔

چنانچہ امام زہری فرماتے ہیں۔

دخلت علی أنس بن مالك بدمشق وهو يبكي فقلت مايبكيك فقال: لا أعرف شيئا مما أدركت إلا هذه الصلوٰة وهذه الصلاة قد ضيعت۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/۳)

زہری فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں جناب انس کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے۔ نبی علیہ السلام کے دور کی کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی علاوہ نماز کے۔ اور اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں آپ سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

أليس صنعتم ما صنعتم فيها؟ (۱۳/۳)

کیا تم نے نماز میں فلاں فلاں بگاڑ پیدا نہیں کر دیا؟

قارئین کرام: خوب غور کیجیے۔ یہ تابعین کا زمانہ ہے، لیکن اس زمانہ میں بھی نماز سے متعلق بعض چیزیں متروک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئیں، جن پر سیدنا انس بن مالک رو رہے تھے۔ آج کا دور تو بہت بعد کا دور ہے۔

پھر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں فتویٰ کو سنکر کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے تو اہل دمشق کا عمل زیادہ معتبر ہے۔ آخر یہاں بڑے بڑے علماء اور محدثین ہیں۔

لیکن افسوس آج کا مسلمان نبی علیہ السلام کے مبارک اور انتہائی پاکیزہ اور روز روشن کی طرح واضح اور چمکدار عمل کو حاصل کرنے کے بعد بھی بزرگوں کے عمل کے پیچھے دوڑتا اور لپکتا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کیا خوب فرمایا کرتے تھے۔

عجبت لقوم عرفوا الاسناد وصحته یذھبون إلی رأی سفیان واللہ تعالی یقول: (فلیحذر الذین یخالفون عن أمرہ أن تصیبھم فتنة أو یصیبھم عذاب الیم)

أتدری ما الفتنة؟ الفتنة الشرک. لعله إذا رد بعض قوله أن یقع فی قلبه شیئ من الزیغ فیھلك

(کتاب التوحید مع شرحہ تیسیر العزیز الحمید ص۴۸۳)

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو حدیث کو صحیح سند کے ساتھ لینے کے باوجود سفیان ثوری کی رائے کو اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

پس رسول ؐ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو کسی فتنہ یا دردناک عذاب کے پہنچ جانے سے ڈرنا چاہیئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ "فتنہ شرک" ہے شاید جب وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس بات کو ٹھکرا دے تو اس کے دل میں کجی واقع ہو جائے اور اس کی ہلاکت کا باعث بن جائے۔"

جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مذکور واقعہ کی طرح امام مالک رحمہ اللہ مؤطا میں ایک روایت لاتے ہیں جس میں عروہ بن زبیر نے عمر بن عبدالعزیز کے تاخیر سے جماعت کرانے پر اعتراض کیا۔ اور نبی علیہ السلام کی حدیث کے ذریعے ان کی اصلاح فرمائی۔ (مؤطا امام مالک ص ۲-۳)

امام اهل السنة امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے نماز کے موضوع پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے۔ جو (الرسالة السنية فی الصلوٰة وما یلزم فیها) کے نام سے موسوم ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے ان غلطیوں کی نشاندھی فرمائی ہے جو اس دور میں لوگوں میں عام ہو چکی تھیں۔ چنانچہ اس رسالہ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

(وقد جاء الحديث قال: يأتي على الناس زمان يصلون ولا يصلون وقد تخوفت أن يكون هذا الزمان، ولقد صليت في مائة مسجد فما رأيت أهل مسجد يقيمون الصلاة على ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن أصحابه رضوان الله عليهم فاتقوا الله وانظروا إلى صلاتكم وصلاة من يصلي معكم) —

(الرسالة السنية ص ۲)

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حدیث میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان آیا ہے: لوگوں پر ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ وہ نماز پڑھیں گے لیکن نہ پڑھنے جیسی"۔
(امام احمد فرماتے ہیں) مجھے ڈر ہے کہ وہ زمانہ ہمارا آج ہی کا زمانہ نہ ہو۔ میں نے تقریباً ایک سو مسجدوں میں نماز پڑھی ہے۔ لیکن کسی مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق نماز نہیں ہوتی۔ لہذا اللہ سے ڈرو اور اپنی اور اپنے ساتھ والوں کی نمازوں کو درست کرو۔ (الرسالۃ السنیۃ ص ۹)

غور کیجئے!! امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کا ۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ تیسری صدی ہجری کی تقریباً ایک سو مساجد اور ان کے نمازیوں کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ کسی مسجد میں طریقہ نبوی کے مطابق نماز ادا نہیں کیجاتی۔ پھر انھوں نے رسالہ مذکورہ میں لوگوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی۔ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان کی اصلاح فرمائی۔ سو مسجدوں کے نمازیوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہوتی، اور پھر یہ تو اس دور کی بات ہے۔ جب مسجدیں نمازیوں سے آباد ہوا کرتی تھیں۔ لوگوں کی اس اکثریت کے خلاف امام احمد بن حنبل نے آواز اٹھائی۔ آج کا مسلمان ہوتا تو وہ یقیناً امام صاحب پر اعتراض کرتا کہ اتنے بڑے جم غفیر کی نمازوں کو آپ اکیلے انسان خلاف سنت قرار دے رہے ہیں؟ لیکن اس قسم کا اعتراض کسی نے پیش نہیں کیا۔ کیونکہ وہ تیسری صدی کے مسلمان تھے اور بخوبی جانتے تھے کہ حدیث رسول کے مقابلہ میں دنیا کے سارے علماء اور مفتیوں کے فتوے بے اصل اور لا یعنی ہیں۔
لہذا مسئلہ زیر بحث کے متعلق میں اپنے بھائیوں کو دعوت دوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکہ وہ اپنی روش اور کردار پر دوبارہ غور کریں اور ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں نبی علیہ السلام کی قولی اور فعلی حدیث سنکر آپ کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ پر ہمارے بزرگ کیوں نہ عمل کرتے تھے، یا یہ کہنا کہ فلاں عالم اور فلاں محدث ہاتھ نہیں باندھتا کیا واقعۃً افسوس ناک اقدام نہیں ہے؟ ہمارے لیے حدیثِ رسول معیار ہے یا بزرگوں کا عمل؟

امام مالک رحمہ اللہ کے دور میں حکومت وقت اور تمام علماء نے متفقہ طور پر زبردستی طلاق کو جائز قرار دیا — اور تمام علماء کے اجماع کو اکیلے امام مالک نے توڑا۔ اور اکیلے امام مالک کا فتویٰ، علماء کے جم غفیر پر بھاری پڑ گیا۔ اس لیے کہ ان کا فتویٰ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دور میں حکومت کے اس فیصلے کی کہ قرآن مخلوق ہے تمام علماء نے توثیق و تائید کر دی، اور اکیلے امام احمد نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے امام اور مجدد ہیں۔ اس دور میں حکومتِ وقت سمیت علماء کی اکثریت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتی تھی اور یہی فتویٰ عام اور معمول بہ تھا۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تنہا حکومت اور علماء کے اس فتویٰ کو للکارا ..... اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہی نافذ ہونے کا فتویٰ دیا اور دلیل میں صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش فرما دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس کی پاداش میں آپ کو مختلف مشقتوں اور صعوبتوں کا نشانہ بننا پڑا، میرے دوستو! اسوقت مخالفین کے پاس صرف ایک ہی حجت اور ایک ہی عذر تھا کہ یہ نیا مسئلہ کہاں سے آگیا؟ نہ ہمارے بزرگ اس کے قائل تھے، نہ علماء اس کے قائل ہیں۔ حالانکہ حافظ ابن تیمیہ کی دلیل بالکل واضح تھی۔
یہاں تھوڑا سا توقف کیجئے اور بتائیے کہ اس مسئلہ میں آپ کے لئے معیار کیا ہے؟
لوگوں کی اکثریت کا عمل اور علماء کی اکثریت کا فتویٰ یا شیخ الاسلام کا فتویٰ جو نبی علیہ السلام کی حدیث کی روشنی میں تھا
نیز بتائیے کہ:۔
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتویٰ اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں لوگوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے ایک نیا مسئلہ نکالا ہے کوئی دوسرا عالم یا بزرگ اس کا قائل نہیں کیا آپ کے لیئے قابل قبول ہوگا۔
اگر ہاں تو پھر آپ بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا کریں، اور اگر نہیں تو پھر جو چیز ان کے لیئے ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔ وہ آپ کیلئے پسندیدہ اور جائز کیونکر ہوگی! کیا آپ مسئلہ وضع الیدین بعد الرکوع کو ایک نئی ایجاد اور اختراع کہہ کر کیوں رد کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ مسئلہ قولاً اور عملاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہے۔
لہذا اس مسئلہ کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، نماز ایک مسئلہ کے بارے میں ہمارا تعصب لوگوں کے ساتھ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا براہِ راست رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ؟
میں یہاں تین دعوتیں پیش کروں گا ان میں سے کسی ایک دعوت کو ضرور قبول کیجئے ۔

(۱) یا تو وضع کی مذکورہ دو دلیلوں کے مقابلہ میں ارسال کے لئے کوئی ایسی حدیث لائیے جو وضع الیدین کے سلسلہ میں پیش کردہ صحیح بخاری اور سنن نسائی کی حدیثوں سے زیادہ اعلیٰ فی الدرجہ اور زیادہ اصرح فی الدلالۃ ہو ۔

(۲) یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا کم از کم صحابہ کے عمل سے کوئی ایسا مخصص لے آئیے جو صحیح بخاری اور سنن نسائی سے پیش کردہ حدیثوں کے عموم کو توڑ دے ۔

(۳) اور اگر یہ دونوں کام نہیں ہو سکتے (اور نہ کوئی آج تک کر سکا ہے اور نہ ہی انشاءاللہ ہو سکیں گے) تو پھر ان دونوں حدیثوں کے عموم کو تسلیم کرتے ہوئے وضع پر عمل شروع کر دیجئے ، اور یہ تیسری دعوت ہے ۔

آخر عمومات سے استدلال ایک ایسی حقیقت ہے جس کا آج تک کوئی انکار نہیں کر سکا ، اور شاہ صاحب کے رسالہ میں عمومات سے استدلال کے متعلق ایک مفصل بحث آپ کو ملے گی ۔ فلیرجع الیہ ۔

قارئین کرام ! یہ ساری بحث اسوقت تھی جب وضع الیدین بعد الرکوع کے مسئلہ کو ایک نیا مسئلہ کہا جائے جیسا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو صرف فلاں عالم یا فلاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کو رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے دیکھا ہے اور کسی کو اس کا عامل نہیں پایا۔ ہم دلائل کے ساتھ یہ واضح کریں گے کہ یہ مسئلہ نہ تو نیا ہے اور نہ ہی اس دور کی ایجاد ہے۔ بلکہ سلف کی کثیر تعداد سے اس پر عمل کرنا ثابت ہے۔ قبل اس سے کہ اس پر چند حوالے پیش کروں اتنا واضح کر دیتا ہوں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے۔ تو اس کو نیا یا پرانا کہنا اس کی صحت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔

کوئی مسئلہ نبی علیہ السلام کی حدیث سے ثابت ہو جائے تو اسکی تائید و تقویت کیلئے بزرگوں کا عمل پیش کرنا میرے مزاج اور ضمیر کے خلاف ہے۔ مگر بعض حضرات کی تشفی اور اطمینانِ خاطر کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ امام اهل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تیسری صدی ہجری کے چوٹی کے محدث ہیں۔ ان کے شرف اور مقامِ عالی کے بیان کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔ ان سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا (اذا رفع رأسه من الركوع إن شاء أرسل يديه وإن شاء وضع يمينه على شماله) یعنی جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے تو چاہے اپنے ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے اور چاہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لے۔ (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف للمرداوی) (وایضاً کشاف القناع ۱/۳۰۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا امام صاحب نے دونوں صورتوں میں سے ایک صورت کو اپنانے کا اختیار دیا ہے اور ان کا اختیار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سلف میں اور خصوصاً صحابہ کرام میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کیوں کہ امام صاحب کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں انہیں صحابہ کے مختلف اقوال ملتے اور وہ ترجیح کی کوئی صورت نہ پاتے، تو بلا ترجیح اسے چھوڑ دیتے اور اختیار دے دیتے کہ کسی ایک قول پر عمل کر لیا جائے ..... جیسا کہ مسئلہ زیر بحث میں انہوں نے اختیار دیا امام صاحب کے اصولِ خمسہ کے مطالعہ کیلئے ملاحظہ ہو۔

(إعلام الموقعين للحافظ ابن القيم ج ۱ ص ۲۹ تا ۳۳)

لیکن کسی مسئلہ میں اگر امام صاحب پہ وجہ ترجیح واضح نہ ہو تو اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ اس مسئلہ میں ترجیح کی صورت کسی پر منکشف نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ واضح ہونا چاہیئے کہ حنابلہ کے ہاں وضع پر عمل کرنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب (الروض المربع فی شرح زاد المستقنع) للشیخ شرف الدین ابو النجا موسیٰ بن احمد المقدسی الدمشقی المتوفی ۹۶۸ھ میں ہے۔

واذا رفع المصلى من الركوع فان شاء وضع يمينه على شماله أو أرسلهما۔ یعنی جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے تو چاہئے ہاتھوں کو باندھ لے اور چاہئے کھلا چھوڑ دے

(الروض المربع ۲/۴۹)

اس کتاب کے نیچے شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی کا حاشیہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ فرماتے ہیں :

والأول أولى ، لثبوت وضعهما حال القيام وعدم المخصص ولأن الأصل أن كل قيام فيه ذكر مسنون يضع فيه يمينه على شماله وقد ثبت فيه الذكر ولأن الوضع أبلغ في التعظيم من الإرسال ۔

(حاشية الروض المربع ۲/۲۹)

یعنی رکوع کے بعد ہاتھ باندھ لینا ، چھوڑ دینے سے بہتر ہے ۔ کیونکہ ۔

ا۔ قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے ہی کا ثبوت ملتا ہے ۔

ب۔ اور کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو ہاتھ باندھنے کو قیام اول کے ساتھ خاص کرے ۔

ج۔ اور کیوں کہ اصل یہ ہے کہ ہر وہ قیام جس میں کوئی ذکر مسنون ہے اس میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتا ہے ۔ اور رکوع کے بعد والے قیام میں ذکر ثابت ہے ربنا ولك الحمد .... الخ وغیرہ ۔

د۔ اور اس لئے بھی کہ ہاتھ باندھ لینے میں ۔ ہاتھ چھوڑ دینے کی بنسبت زیادہ تعظیم کا اظہار ہے ۔ انتہی کلامہ

نوٹ : محشی نے لکھا ہے کہ ہاتھ باندھ لینے میں زیادہ تعظیم ہے ۔ ہاتھ باندھ لینے کی یہی حکمت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بہت سے علماء سے نقل کی ہے ۔ ضمنی طور پر یہ حوالہ بھی پڑھتے جائیے ۔ فرماتے ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال العلماء: الحکمة فی ھذہ الھیئة أنہ صفة للسائل الذلیل وھو أمنع من العبث وأقرب إلی الخشوع۔
(التعلیقات السلفیہ ص۱۱۵ ج۱)

علماء فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے کی ھیئت میں حکمت یہ ہے کہ یہ سائل ذلیل کی صفت اور حالت کا مظہر ہے۔ اور ہاتھ باندھ لینا (ارسال کی بہ نسبت) عبث حرکات سے زیادہ باز رکھتا ہے اور یہ خشوع و خضوع کے زیادہ قریب ہے۔ گویا وضع میں ارسال کی بہ نسبت زیادہ تعظیم، زیادہ عاجزی، اور زیادہ خشوع اور تضرع ہے تو علل الاحکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جس تعظیم، عاجزی، تضرع اور خشوع کی رکوع سے پہلے والے قیام میں ضرورت تھی رکوع سے بعد والے قیام میں اس کیلئے کیا رکاوٹ پیش آ گئی؟ کیا رکوع سے پہلے والا قیام اللہ کیلئے ہے اور رکوع سے بعد والا قیام اللہ کیلئے نہیں ہے؟
والا فما ھو الفارق بین القیامین من حیث عجز العبد واظھارہ التعظیم للہ سبحانہ وتعالٰی؟

۲۔ چھٹی صدی ہجری کے مایہ ناز محدث اور فقیہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی عظیم الشان کتاب المحلی میں اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے تفصیلی حوالہ شاہ صاحب کی کتاب میں ملاحظ فرمالیجئے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہر کھڑا ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھ لینا بہتر اور افضل ہے پھر فرماتے ہیں کہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ہر قیام میں ہاتھ باندھ لینے کا عمل) ابو مجلز، ابراہیم النخعی سعید بن جبیر، عمرو بن میمون، محمد بن سیرین، ایوب السختیانی اور حماد بن سلمہ سے منقول ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (المحلی ج ۴ ص ۱۱۲ تا ص ۱۱۴)

قارئین کرام! غور کیجئے کتنے بلند پایہ محدثین اور فقہاء سے وضع کا عمل منقول ہے۔

مندرجہ بالا حوالجات کو غور سے پڑھ کر خاص طور پر وہ حضرات اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں جو وضع الیدین بعد الرکوع کو بدعت کہتے ہیں۔ کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے۔ کراچی کے ایک مقتدر اور انتہائی محترم عالم دین کے بارہ میں یہ سنکر بہت افسوس ہوا کہ انہوں نے باقاعدہ اپنے ایک درس میں اسے بدعت قرار دیا۔ انہیں کیا معلوم کہ اس فتویٰ کی زد میں کتنے بڑے بڑے ائمہ و محدثین آگئے ہیں۔ کیا یہ سب بدعتی تھے؟ ابھی بہت سے معاصر علماء کی فہرست پیش کیجائیگی کیا وہ سب بدعتی ہیں؟

کیا بدعت کہنے والوں میں اتنی ہمت و جرأت ہے کہ وہ باقاعدہ ایک پوسٹر شائع کر کے ان حضرات کے نام لکھ کر ان پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگائیں!

پھر صحیح بخاری اور سنن نسائی کہ مذکورہ حدیثیں اگرچہ صراحت سے ساتھ ہاتھ باندھنے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہ صریح دلیلیں نہیں بلکہ اشارہ اور استنباط ملتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چند لمحوں کیلئے آپ کی بات تسلیم کر لی جائے تو پھر بتائیے کہ جو مسئلہ استنباطی طور پر نبی علیہ السلام کی حدیث سے ثابت ہو اسے بدعت کہنا جائز ہے؟

اگر گستاخی نہ ہو تو عرض کر دوں کہ محض زورِ خطابت اور کھلے قسم کے بے دلیل فتوے ہی ہر چیز نہیں۔ زورِ خطابت کے ساتھ استدلال کی قوت بھی ہونی چاہیئے۔ ہر وہ فتویٰ جو بے دلیل ہو وہ محض عبث ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو وضع کو بدعت کہنے سے پہلے اس کو نبی علیہ السلام کی حدیث سے ثابت کر دیا جاتا۔ مگر افسوس اس درس میں سب کچھ تھا بے دلیل فتویٰ بھی تھا۔ سب وشتم کی بھرمار بھی تھی۔ نہیں تھی تو دلیل نہیں تھی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

۳۔ قرنِ حاضر کے بہت سے علماء اور محققین سے عملی طور پر رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔ اور یہ عمل انہوں نے بڑی تحقیق کے بعد ہی اختیار کیا ہوگا۔

سرزمین حجاز یا سعودی عرب کے دیگر علاقوں یا دوسرے بلادِ عرب کے تمام بڑے بڑے علماء اور مشائخ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے۔ اور ہیں۔

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھا کرتے تھے اور موجودہ مفتی اعظم، مجلسِ کبارِ علماء کے رئیس اعلیٰ، عالم اسلام کی مسلمہ اور متفق علیہ علمی شخصیت، علم وعمل کے مضبوط پہاڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں۔ سعودی عرب کے سابق قاضی القضاۃ الشیخ عبداللہ بن حمید مرحوم اس سنت کے عامل تھے اس کے علاوہ علامہ حمود بن عبداللہ التویجری، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان، مدینہ یونیورسٹی کے ہر دلعزیز استاد الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندی اور عرب کے محکمۂ افتا کے بڑے بڑے علماء اور مفتیان کرام رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں۔

راقم نے ریاض یونیورسٹی میں چار سال تک تعلیم حاصل کی ہے اور وہاں کے تقریباً تمام مشائخ اور اساتذہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور سب کو اس کا عامل پایا۔

راقم اس وقت ارسال کا قائل تھا لہذا بعض کے ساتھ بحث بھی ہوئی اور بحث کے دوران مکمل طور پر احساس ہوجاتا تھا کہ ارسالِ بعد الرکوع کا مذہب کچے سے دھاگے پر قائم ہے اور دلیل کے اعتبار سے بالکل کھوکھلا ہے۔

پھر کویت، قطر، بحرین، امارات عربیہ، سوڈان، مصر، عراق، اور دیگر بلادِ عربیہ سے آئے ہوئے مختلف اہلحدیث وفود اور خصوصاً اہلحدیث طلبہ کو قریب سے دیکھا ان سب کو علمی اعتبار سے انتہائی مخلص اور مستحکم پایا، عقیدہ ایسا ٹھوس کہ کسی قسم کی کوئی لچک نہیں۔ اعتصام بالکتاب والسنۃ میں پاکستان کے اہلحدیث حضرات سے چند قدم آگے ہی ہونگے بدعات ورسومات اور تقلید شخصی کے خلاف جتنی ان میں شدت دیکھی ہے اتنی اپنے ہاں نہیں پائی۔ الا ماشاء اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خاص بات یہ ہے کہ ان سب کو رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہوئے پایا۔ جسطرح ہمارے پاکستان میں ارسال کرنے والوں کی اکثریت ہے اور ہاتھ باندھنے والے قلت میں ہیں اسی تناسب سے سعودی عرب میں میرے مشاہدے کے مطابق علمی حلقوں میں ہاتھ باندھنے والوں کی اکثریت ہے جبکہ ارسال کرنے والے انتہائی قلت میں ہیں۔

سرزمین عرب کے ایک بہت بڑے عالم دین، جن کا علمی مرتبہ ومقام شیخ عبد العزیز بن باز کے بعد شمار ہوتا ہے اور جو انتہائی راسخ اہلحدیث اور ٹھوس علمی شخصیت جامعۃ الإمام محمد بن سعود الاسلامیہ (فرع القصیم) کے پروفیسر ہیں۔ اور وہاں کی مرکزی مسجد کے امام وخطیب ہیں ان سے میری مراد الشیخ محمد صالح بن عثیمین ہے وہ بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں۔ اس کے علاوہ الشیخ صالح العلی الناصر جو جامعہ الامام کے قسم فقہ کے رئیس ہیں اور زبردست قسم کے اہلحدیث ہیں وہ بھی اس سنت کے قائل وعامل ہیں۔

پھر سرزمین پاک وہند میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ بڑے بڑے علماء اس کے قائل وفاعل تھے۔ شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد رشید مولنا ابو اسمٰعیل یوسف حسین ہزاروی نہ صرف یہ کہ وضع کے قائل تھے بلکہ وضع کے اثبات میں ایک مدلل رسالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنام اتمام الخشوع فی وضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع تصنیف فرمایا۔ علاوہ ازیں علامہ خان مہدی زمان ہزاروی مرحوم وضع کے قائل تھے۔

مولانا عبدالحق بہاولپوری مرحوم اس سنت کے قائل و عامل تھے۔ بنگال میں مولانا محی الدین صاحب اور ان کے فرزند مولانا محمد الیاس صاحب رکوع کے بعد ہاتھ باندھا کرتے تھے ملتان میں مولانا عبدالتواب صاحب مرحوم کے صاحبزادے (غالباً مولانا عبدالودود صاحب) کا بھی یہی مسلک تھا اس کے علاوہ عظیم محدث مولانا اسماعیل صاحب غزنوی رحمہ اللہ وضع کے قائل و عامل تھے اور ان کی روایت کے مطابق نجد کے بادشاہ ملک عبدالعزیز بن سعود رکوع کے بعد ہاتھ باندھا کرتے تھے اور ملک عبدالعزیز صرف بادشاہ ہی نہیں تھے بلکہ کتاب و سنت کے عالم اور سلفیت سے محبت کرنے والے تھے۔ جماعت کے عظیم محدث حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دہلی میں بعض لوگ ہاتھ باندھا کرتے تھے عظیم محقق مولانا احمد دین گکھڑوی مرحوم کے متعلق روایت ملتی ہے کہ وہ بھی اس سنت کے قائل تھے بلکہ کسی مجلس میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا تھا کہ ارسال کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسے کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔

دورِ حاضر کے عظیم محدث اور عالم اسلام کے مایۂ ناز محقق، جماعت اہلحدیث کے قابلِ صد افتخار عالم دین، شیخ العرب والعجم،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی مدظلہ العالی رکوع بعد ہاتھ باندھنے کے قائل وعامل ہیں۔ آپ سے میری اس موضوع پر متعدد بار گفتگو ہوئی۔ دلائل سنے، دل نے قبول کیا، اور ارسال سے رجوع کر کے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے شروع کر دیئے۔

جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء واسعدہ فی الدارین۔

محترم شاہ صاحب نے وضع الیدین بعد الرکوع کے موضوع پر کم وبیش دس مدلل کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں بعض عربی میں، بعض اردو میں اور بعض سندھی میں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ سرزمین پاکستان میں اس سنت کے احیاء کا شرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ زیرِ نظر رسالہ بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں

مؤلف کتاب، استاد محترم، علامہ السید بدیع الدین شاہ الراشدی حفظ اللہ کی شخصیت کسی سے اوجھل نہیں اور نہ ہی محتاج تعارف ہے۔ اور نہ ہی آپ روائتی اور مروجہ انداز تعارف کو پسند فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے علماء حق کی شان استغنا، اس قسم کے روائتی تعارف اور سمعہ وریا سے بالاتر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جسقدر علم سے نوازا ہے اسی قدر عمل کی دولت بھی عطا فرمائی ہے۔

علمی اعتبار سے آپ عرب و عجم کی مسلمہ اور معترف بہ شخصیت ہیں۔ وہ دور تاریخ کے اوراق سے کبھی محو نہیں ہوسکتا۔ جب شاہ صاحب حرم مکی میں درس حدیث دیا کرتے تھے ان حلقات کا مشاہدہ کرنے والے بتاتے ہیں کہ شاہ صاحب کی مجالس علم کو دیکھ کر قرون اولی کے محدثین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ سعودی عرب کے اطراف اکناف سے تشنگان علم حدیث اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بلکہ دیگر بلاد عربیہ مثلاً کویت، عرب امارات اور مصر وغیرہ سے بھی علماء اور طلبہ محض شاہ صاحب سے استفادہ کرنے کیلئے اتنے طویل وعریض فاصلے طے کرکے آیا کرتے تھے۔

استحضار علمی، قوت استدلال، اور بروقت کسی بھی مسئلہ کیلئے کتاب و سنت سے دلیل لانا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی شان کے ساتھ عملی استحکام اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جسطرح صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے، فتعلمنا العلم والعمل معًا. راقم نے اس چیز کا بخوبی مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راقم کو آپ سے پنجاب اور اندرون سندھ مختلف تبلیغی سفروں میں مرافقت کا موقع عطا فرمایا ہے۔ یقیناً آپ کی مرافقت سے علمی اور عملی دونوں فائدے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریری، تحریری اور تدریسی تمام میدانوں کی شہسواری کیلئے پیدا فرمایا ہے، جس میدان میں قدم رکھیں اس میدان میں اپنا کوئی ثانی نہیں پاتے۔ اور مذکورہ تینوں مجالات میں، تینوں زبانوں عربی، اردو اور سندھی کے ساتھ یکساں عبور رہے۔ مناظرانہ صلاحیت بھی بدرجہ اُتم موجود ہے غالبًا پچاس سے زائد مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں علمی تصانیف موجود ہیں، بعض مطبوع ہیں اور بعض طباعت کی منتظر ہیں۔

آج کل ایک عظیم الشان کام شروع کیا ہوا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی سندھی میں تفسیر راقم اس کوشش میں مصروف ہے کہ اس تفسیر کا اردو اور پھر عربی میں ساتھ ساتھ ترجمہ کر لیا جائے، تاکہ یہ تفسیر بیک وقت تینوں زبانوں میں شائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین کرام! یہ چند سطور بطور نصیحت تحریر کی ہیں اور یہ نصیحت پہلے میرے لیئے ہیں اور پھر تمام ان حضرات کیلئے ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم و عمل کے ساتھ اپنا تعلق قائم کئے ہوئے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں بہرکیف محترم شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جن اوصاف و فضائل سے نوازا ہے یہ مجالہ ان کے استیعاب کی قطعاً گنجائش نہیں رکھتا اور قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ کی شخصیت سلف صالحین کا نمونہ ہے اور وہ تمام صفات جو ایک عالم باعمل کی زینت بنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ودیعت فرمائے ہیں۔ کتاب و سنت کے ساتھ تمسک و اعتصام، پہاڑ جیسا مضبوط عقیدہ شرک و بدعات اور خرافات سے نفرت اور ان کے خلاف عملی جہاد، تواضع، انکساری، اخلاق فاضلہ، تقویٰ، زہد استغنا اور دیگر صفات عالیہ کا مجسم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے تمام علماء کو آپ کے نہج پر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین کرام! زیر نظر رسالہ جناب شاہ صاحب کی تالیف ہے اس کا نام آپ نے "المسوط و الیأس لاہل الارسال من نیل الامانی وحصول الآمال" رکھا ہے دراصل جماعت کے مایہ ناز عالم دین اور عظیم محدث اور محقق جناب سید محب اللہ شاہ صاحب الراشدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے (نیل الامانی وحصول الآمال) کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جس میں رکوع کے بعد کی ہیئت یا ہاتھ چھوڑ دینے پر سات دلائل ذکر فرمائے ہیں، اس کے علاوہ وضع الیدین بعد الرکوع کے بعض دلائل پر تعاقب فرمایا ہے۔ اس رسالہ کے علمی انداز سے انکار نہیں کیونکہ ایک بہت بڑے اور انتہائی قابل احترام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم کی تالیف ہے۔ چنانچہ محترم شاہ بدیع الدین صاحب نے اس رسالہ کا بڑا شافی اور مفصل جواب تحریر فرمایا ہے۔ جس میں ارسال کے ساتوں دلائل کا انتہائی تسلی بخش جواب دیا ہے اور وضع سے دلائل پر جو تعاقب کیا گیا تھا اس کا بھی علمی محاسبہ فرمایا ہے۔ جس سے وضع الیدین بعد الرکوع کی صداقت وحقانیت اظہر من الشمس ہو گئی۔ چنانچہ قارئین کرام اگر بنظرِ انصاف دونوں رسائل کا مطالعہ فرمائیں تو ان کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جائیگی کہ ارسال کی بہ نسبت وضع کے دلائل زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ ارسال کو ثابت کرنے کے لیے تکلف سے کام لیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ان دلائل کی کوئی پختگی یا مضبوطی باقی نہیں رہی کیونکہ جناب شاہ بدیع الدین صاحب کا محاسبہ انتہائی مدلل ہے، جبکہ اس کے برعکس وضع کے دلائل ہر قسم کے تکلف سے پاک ہیں اور انتہائی صریح الدلالۃ ہیں۔

لیکن اس تحریر سے کسی مؤلف کی تنقیص شان کا کوئی پہلو نہیں نکالنا چاہئیے۔ دونوں حضرات ایک عظیم علمی مقام کے حامل ہیں، اور دونوں یکساں طور پر ہمارے لئے واجب الاحترام ہیں۔ دونوں کی کوششوں میں اخلاص اور صرف اخلاص ہے۔ معاصر علماء میں علمی اختلاف کا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ اور سلف خلف میں معاصرین کے نقاش وخلاف کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن ان کے اختلاف میں کسی ضد یا تعصب کا کوئی رنگ نہیں ہوتا تھا بلکہ اخلاص وللہیت کی بنیادوں پر استوار ہوتا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں، جس جانب کی دلیل راجح اور وزنی معلوم ہو اسے قبول کریں، اور مخالف کو اپنی تنقید یا طعن کا نشانہ نہ بنائیں۔ دلیل کی روشنی میں کسی مسئلہ کو قبول کر لینا اندھی تقلید سے بہتر ہے۔ جبکہ خواہش و ہوٰی یا تعصب و عناد کی ذرہ برابر گنجائش بھی مہلک ترین ہے۔ اور سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی شقاوت یہ ہے کہ آدمی کسی مسئلہ کی دلیل اور اس کی صحت سے مطمئن ہونے کے باوجود محض تعصب و عناد کی بنا پر اسے قبول کر لینے سے انکار کرے یہ تکبر ہے۔ (الکبر بطر الحق و غمط الناس) اسکو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔ یہ نفاق کی واضح ترین علامت ہے۔ اور کفر کی اولین پہچان ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان حق کے معاملہ میں تعصب کا مظاہرہ کرے؟! کیا ہم نے قبر میں نہیں جانا؟ کیا ہم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم اور مہیب عدالت نے قائم نہیں ہونا؟

یہ سوال ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

العبد الفقیر الراجی إلی

رحمۃ ربہ الکریم

عبداللہ ناصر رحمانی

العبد الفقیر الراجی إلی
رحمۃ ربہ الکریم
عبداللہ ناصر رحمانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی شرح صدر رسولہ ووضع عنہ وزرہ فمن اتبعہ فی جمیع ما جاء بہ دون تفریق المجموع والجمع بین المتفرق یضاعف لہٗ اجرہ۔ وجمع حولہ انصارا وحواری یستنون بسنتہ یتبعون نھیہ وأمرہ۔ وافضل الصلوٰت وازکی التسلیمات علی امام سبیل المؤمنین بین لھم حدہ وأثرہ۔ ووضع لھم العمل بما یتقربون لدی ربھم ویستحقون نصرہ۔ وعلی آلہ واھلہ وصحبہ الذین تشبثوا بسنتہ کل وقت عسرہ ویسرہ۔ وادوا کل ما حفظوہ قولہ اوفعلہ وترغیبہ اوترھیبہ۔ وحکمہ او قضاءہ وکذا نھیہ اوزجرہ بالامانۃ دون شوب الرأی اوالھوی اوبتبذیلہ اثرہ۔ فقاز من طاوعہ کما بلغہ عنہ وطوع لہ سمعہ وبصرہ۔ وخاب من ولی عما جاء عنہ وثبت دبرہ۔ إعراض اوتأویل او تغییر فما نال البشری بل ولی ھلاکہ وخسرہ۔

اما بعد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما بعد: آج ہمیں ایک رسالہ پہنچا ہے جس پر یہ نام لکھا ہوا ہے "نیل الامانی وحصول الآمال بتحقیقت ان" نیل الامانی وحصول الآمالی بتحقیقت ان الھیئۃ المسنونۃ للقیام بعد الرکوع ھی الارسال" اس میں کوشش کی گئی ہے کہ نماز میں رکوع کے بعد قیام کی حالت میں ہاتھ نیچے چھوڑ دینے چاہئیں باندھے نہ جائیں حالانکہ اس میں کوئی نئی بات نہیں لکھی گئی اکثر وہی باتیں ہے جن کا جواب ہمارے عربی اور اردو وسندھی رسائل میں ذکر ہو چکا ہے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- ھدیۃ البدیع الی اخیہ الکریم الرفیع فی ثبوت الوضع بعد الرکوع من الحبیب الشفیع - اس کے رد میں اسی مصنف محترم نے ایک رسالہ بنام التعقب المنیع علی ھدیۃ البدیع لکھا تھا جس کا جواب میں نے مفصل بنام

۲- الجواب الوقیع عن التعقب المنیع لکھا تھا۔

۳- زیادۃ الخشوع بوضع الیدین فی القیام بعد الرکوع
یہ رسالہ مجلۃ الجامعۃ السلفیہ بنارس میں تین قسطوں میں چھپ چکا ہے۔ یہ تینوں رسالے عربی زبان میں ہیں۔

۴- زیادۃ الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع

۵- الدلیل التام علی ان سنۃ المصلی الوضع کلما قام۔
یہ رسالہ مرحوم حافظ عبداللہ صاحب روہڑی کے رسالہ ارسال الیدین کے جواب میں لکھا گیا تھا۔

۶- الاعلام بجواب رفع الابھام وتایید الدلیل التام - یہ رسالہ حافظ عبداللہ کا کے رسالہ رفع الابھام کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا۔

۷- اسکات الجزوع فی جواب رسالہ مابعد کر کوع وتایید اتمام الخشوع جو کہ غرباء اہلحدیث کیطرف سے شایع کردہ رسالہ مابعد الرکوع کے جواب میں لکھا گیا تھا۔

۸- متیع بخاری کی ایک حدیث اور مسئلہ وضع الیدین فی القیام بعد الرکوع

۹- "رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا" یہ رسالہ سندھی زبان میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان رسائل میں سب اعتراضات اور خدشات کا پورا اور مفصل جواب مذکور ہے اگر ناظرین بنظر انصاف ان رسائل کا مطالعہ کریں تو انشاء اللہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔ اگرچہ اس نئے رسالہ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی ۔ کیونکہ ہمارے رسائل کا مطالعہ سمجھدار کے لئے کافی تھا مگر بعض دوستوں کے اصرار پر اسکا بھی مختصر جواب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اسکا نام القنوط والیأس لاهل الارسال من نیل الآمانی وحصول الآمال رکھا گیا ہے۔ ناظرین تفصیلی جواب سے پہلے کچھ اجمالی جواب ملاحظ فرمائیں یہ

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

۱: مصنف محترم نے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والوں کو مقلد کہا ہے ۔ حالانکہ ایک عام عمل لوگوں میں مروج ہو اسکے خلاف کسی اور عمل کو قبول کرنا مشکل ہے۔ یہ وہی کر سکتا ہے جو ایسے دلائل دیکھے جنکو قبول کیسے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ البتہ اس عام عمل کو دیکھ کر اسکا ساتھ دینا تو تقلید ہو سکتا ہے ۔

ع اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

۲: اہلحدیثوں پر الزام دینا کہ انہوں نے غیر نبی کو امام بنا رکھا ہے۔ یہ انکے شان میں انتہائی گستاخی ہے کیونکہ انکا امام تو صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۵۲ ج ۳) ہاں !! یہ بات وہاں صادق آتی ہے جہاں پیری مریدی ہو کیونکہ مریدوں کے لئے پیر کا قول ہی شریعت کا آخری فیصلہ ہے جسکی ترجمانی حافظ شیرازی نے اسطرح کی ہے ۔

ے بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- مصنف محترم اپنی سندھی کتاب التحقیق الجلیل کے متعلق لکھتے ہیں کہ "عوام خواص اور علماء و فضلاء و محققین نے اُسے پسند فرمایا۔" حالانکہ تھوڑا آگے چل کر خود فرماتے ہیں کہ وہ اِس کتاب کو اُٹھانا بھی پسند نہیں کرتے لیکن بعض خواص بھی اِس کا پورا مطالعہ نہیں کرتے اور اِس کو فریق مقابل کے اقوال و تحریرات سے مقابلہ کر کے دیکھتے بھی نہیں کہ آخر کون سی بات حق ہے اور کیوں؟" اب ناظرین غور فرمائیں کہ خود ہی اپنی بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کیا پسند کرنا اِس کا نام ہے کہ اس کو دیکھا اور نہ پڑھا جائے۔

۵ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

۴ فرماتے ہیں "ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دلائل صحیحہ جو احادیث صحاح سے ثابت ہیں ان پہ غور و فکر اور تامل و تدبر کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس مسئلہ میں حق یہی ہے کہ رکوع کے بعد والے قیام میں ارسال کرنا چاہیئے۔ یعنی ہاتھوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ نہ کہ ان کو باندھنا چاہیئے۔"

اِس بات سے صاف واضح ہے کہ مصنف کے پاس اپنے مسلک یعنی ہاتھ چھوڑنے کے لئے کوئی صریح دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کا استنباط ہے بلکہ مصنف محترم کا ایک مضمون صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم شعبان ۱۳۹۹ھ جولائی ۱۹۷۹ء میں چھپا تھا اُس کے ص۱ پر اُن کے یہ الفاظ ہیں "مثلاً نماز میں رکوع کے بعد وضع کرنا چاہیئے۔ یا ارسال؟ لیکن اِس مسئلہ کے متعلق نص صریح تو بہر حال کسی کی جانب نہیں ہے اگر نص صریح ہوتا تو کم از کم اہلحدیث میں تو اختلاف نہ ہوتا۔ بہر صورت نص صریح نہیں اور جب نے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقف اختیار کیا ہے وہ اگرچہ احادیث نبوی پر مبنی ہے لیکن ان سب کی حیثیت استنباط واجتہاد کی ہے۔"

ناظرین! اس عبارت کو بار بار پڑھیں اس سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں
(الف) یہاں ان کار کرتے ہیں کہ نص کسی طرف نہیں ہے اور اس سے دس سال قبل اپنی سندھی کتاب التحقیق الجلیل جو کہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی ہے اس کے ص۲۴۳ اور ص۲۹۴ میں صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ ارسال کے لئے ہمارے پاس خصوصی دلیل موجود ہے اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ کونسی بات صحیح ہے؟ یا یہ کہ دس سال بعد اُن کے موقف میں یہ تبدیلی آئی ہے اور اس پہلے دعوے سے دستبردار ہوئے ہیں اس طرح اگر دلائل پر مزید غور جاری رکھیں گے تو بعید نہیں کہ اپنے مسلک سے رجوع فرمائیں۔ (وما ذلک علی اللہ بعزیز)
الحاصل جب انہوں نے قبول کر لیا کہ اُن کے پاس نص نہیں ہے بلکہ ان کا اپنا استنباط ہے جس کو دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتے دوسروں کو منوانے کے لئے احادیث کے الفاظ چاہئیں دوسری طرف ہمارے پاس نص موجود ہے ایک طرف سنن نسائی کی حدیث ہے کہ "اذا کان قائما فی الصلوٰۃ قبض بیمینه علی شماله" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب قائم ہوتے تھے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے تھے یہ حدیث نص صریح ہے کہ نماز میں "قائم" (کھڑے ہونے والے) کے لئے سنت یہ ہے کہ ہاتھ باندھ لے یہ نہ استنباط ہے نہ یہاں غور و تدبر کی ضرورت ہے بلکہ صریح لفظ ہے۔ دوسری طرف صحیح بخاری ص۱۰۲ ج۱ میں حدیث میں یہ الفاظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں "ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ ثم یقول وھو قائم ربنا ولک الحمد" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنی پیٹھ مبارک کو اوپر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور پھر جب "قائم" ہوتے تو ربنا ولک الحمد کہتے۔ یہ حدیث بھی اس مسئلہ کے لئے نص صریح ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا ہونے والا قائم ہے یہ بھی نہ استنباط ہے اور نہ فکر و تأمل کی ضرورت بلکہ دونوں مسئلے منصوص ہیں اور ان دونوں نصوص کو ملانے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں۔

ب۔ اس مضمون میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اجتہاد و استنباط ہے حالانکہ یہ کام مقلد کے نہیں۔ لہذا ہاتھ باندھنے والوں کو مقلد کہنے کا الزام خود اُن کے اپنے قول سے رد ہوگیا۔

ج۔ اس مضمون میں یہ بھی مانتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے اور کھولنے والے دونوں اہلحدیث ہیں پھر ایک فریق کو مقلد کہنا اور دوسرے کو نہیں چہ معنی دارد۔

د۔ جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی جانب نص صریح نہیں تو پھر ایک فریق کی تحقیق ماننے والے مقلد ٹھہریں اور دوسرے کے ماننے والے نہ ہوں یہ بھی عجیب ہے

نمبرہ دلیل اول کے تحت لکھتے ہیں کہ وہ آدمی جو نماز صحیح طور پر ادا نہیں کر رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تین بار نماز لوٹانے کا امر فرمایا اور پھر اس کو صحیح طور پہ نماز ادا کرنے کی تعلیم دی۔ اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں بقول مصنف ہاتھوں کو چھوڑ دینے کا حکم ہے تو پھر کیا مصنف ہاتھ باندھنے والوں کی نماز کو باطل کہیں گے یا ان کو لوٹانے کا حکم دیں گے؟ کیا ایسا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ حالانکہ وہ خود میرے پیچھے کئی بار نماز پڑھ چکے ہیں اور کئی بار اپنے مصلیٰ پر امامت کے لئے کھڑا ہونے کے لئے اصرار کرتے رہے ہیں نیز سعودیہ میں کئی ایسے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں جو رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں اور اگر ایسے فتوے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر اس روایت سے انکا استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔؟

نمبر ۲ دلیل دوم میں امام بخاری کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک ہی حدیث کو مختلف ابواب میں الگ الگ مسائل کے اثبات کے لئے بار بار دہراتے ہیں اور رکوع کے بعد والے قیام میں بھی وضع یا ہاتھ باندھنے ہوتے تو ضرور اس حدیث (حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ) کو دوبارہ اس باب میں رکوع کے بعد والے قیام کی ہیئت بیان کرنے کے لئے ذکر فرماتے الخ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں دونوں قیاموں کے لئے ہاتھوں کا الگ حکم نہیں تھا اس لئے ایک ہی باب پہ اکتفا کیا اگر فرق ہوتا تو اس کے لئے الگ باب رکھتے۔ جیسا کہ پہلے قیام میں قراءۃ اور دوسرے میں دعا ہے اس لئے دونوں کے الگ باب مقرر فرمائے فما ادق النظر واحسن الفکر،

نمبر ۳ تیسری دلیل میں المراجح (نیچھوں والی روایت ذکر کی ہے حالانکہ رفع الیدین تو افتتاح کے وقت بھی ہوتی ہے تو کیا اس وقت بھی ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں؟ کیونکہ مصنف محترم نے یہ لکھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تشبیہ کا مطلب یہی سمجھا ہے اور اگر کہا جائیگا۔ افتتاح کی رفع السیدین کے بعد صریحاً ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے تو یہ خود اس استدلال کو غلط ثابت کرتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں جو مصنف محترم نے سمجھا ہے۔

نمبر۸ چوتھی دلیل میں لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ہاتھ باندھنے کی غایت یا حد رکوع کرنے تک بتائی گئی ہے جب نماز شروع کر کے ہاتھ باندھے اور رکوع اس کی غایت اور حد ہو گئی تو پھر دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں ہاتھ باندھنے کے لئے کوئی خاص دلیل چاہیئے جس کو کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب ایک نماز میں ایک عمل کی انتہا ہو جانے کا دعویٰ ہے تو پھر وہ عمل دوبارہ اس نماز میں کیوں کیا جائے؟ ہاں جب سلام کے بعد دوسری نماز شروع کی جائے تو اور بات ہے لیکن اس نماز میں بقول مصنف یہ عمل صرف رکوع تک ہے اور رکوع پہلی رکعت میں آجاتا ہے لہذا یہ فعل دوبارہ سلام پھیرنے تک نہ ہونا چاہیئے۔

نمبر۹ پانچویں دلیل میں فرماتے ہیں کہ رکوع کے بعد ارسال کرنا عمل متواترہ ہے ایسا دعویٰ تو پھر ہر مذہب والا کر سکتا ہے نہ معلوم کس کا تواتر صحیح ہے اور کس کا غلط؟ ایضاً تواتر عملی کے مدعی یہ بتائیں کہ قیام بعد الرکوع میں جتنی دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہتے اور قیام طویل کرتے جیسا کہ حدیثوں میں ہے کیا اس پہ عملاً تواتر رہا ہے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر وضع یا ارسال کا تو سوال ہی نہیں رہا۔

www.KitaboSunnat.com

نمبرا چھٹی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی صورت میں آنے والے نئے مقتدی کو پتہ نہیں لگے گا کہ پہلا قیام ہے کہ دوسرا تاکہ ثناء اور صورۃ فاتحہ پڑھے یا دعا ربنا ولک الحمد پڑھے۔ اگر یہ اشتباہ ہی ارسال کی دلیل ہے تو پھر جہری نمازیں تو کوئی اشتباہ نہیں اس میں تو مصنف محترم ہاتھ باندھنے کی ضرور اجازت دیں گے یعنی مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتیں اور فجر کی دو رکعتوں میں تو ہاتھ باندھنے کی اجازت دیں گے اسی طرح جمعہ اور عیدین کی نماز میں بھی کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔ بلکہ مصنف محترم کی مسجد میں تو کوئی تشبہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کے پیچھے مقتدی بلند آواز سے ربنا لک الحمد کہتے ہیں اس لئے کم از کم مصنف کو تو یہ اعتراض پیش نہیں کرنا چاہیئے۔

نمبرا ہماری پہلی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فقرہ "ب" میں فرماتے ہیں، "لیکن تفصیل کے موقعہ پر دوسرے قیام کو بالکل ترک کردیا" یہی اس کی دلیل ہے کہ یہ قیام ثانی اسی حکم میں داخل ہے اور اگر اس کے لئے ہاتھ باندھنے کے علاوہ کوئی اور دوسری جدا حیثیت ہوتی ہے تو یہ عالی قدر صحابی اس کو ضرور بیان کرتے جب کوئی دوسری ہیت نہیں پس ایک ہی پر اکتفا کیا یعنی جس طرح ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں۔ اور راوی پہلے سجدے کی کیفیت بیان کرتا ہے اور دوسرے کی نہیں۔ اس لئے کہ دونوں کی ہیئت میں کوئی فرق نہیں اسی طرح راوی نے ایک جگہ عموم کے الفاظ ذکر فرمائے یعنی اذا کان قائما تاکہ دونوں قیاموں کی ہیئت معلوم ہوجائے۔ اور دوسری حدیث جس کو مصنف محترم مفصل کہتے ہیں اس میں صرف پہلے قیام کی ہیئت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ دوسرے قیام کی ہیئت پہلے سے مختلف نہیں ہے اور فقرہ "ح" میں امام نسائی کے فہم جو کہ بزعم خود ذکر کرتے ہیں اس سے استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا فہم ہمارے فہم سے بہر حال مقدم ہے اور پھر خود ہی فقرہ "ب" میں صحابی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس وقت یہ ان کا فہم ہوتا اور ان کا فہم دوسروں پہ حجت نہ ہوتا پس جب بقول اُن کے صحابی کا فہم کسی پر حجت نہیں تو دوسرے ائمہ کا فہم کیسے حجت ہو سکتا ہے۔؟

نمبر۱۲ اس حدیث کے جواب میں نمبرہ میں لکھتے ہیں کہ واضعین حضرات کو دیکھتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع سے پہلے خواہ بعد وضع پہ عامل ہیں" لیکن ارسال کرنے والے حضرات بھی بتائیں کہ وہ بیٹھنے والے قیام میں رکوع سے پہلے ہاتھ باندھتے ہیں بعد میں کھول دیتے ہیں اس تفریق کی کیا دلیل ہے اگر وہی کہیں گے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی حالت کے لئے کہتے ہیں تو بس وہی ہمارا جواب ہوگا۔

نمبر۱۳ دوسری دلیل کے جواب میں شاذ روایت کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ وہ کوئی روایت ایسی کرتا ہے جو اس سے زیادہ ضابطہ و حافظ کی روایت سے مخالف ہو" لیکن یہاں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ ارسال کے بابت صحیح صریح نص نہ ہونے کا مصنف کو بھی اعتراف ہے تو پھر مخالفت نہ رہی پس اس صورت میں زیادۃ الثقات مقبولۃ یعنی ثقات اور معتبر راویوں کے روایت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھاتے ہوئے الفاظ مقبول اور معتبر ہوتے ہیں اِس قانون کے مطابق کیوں نہیں فیصلہ کیا جاتا ہے اور راوی عبداللہ بن ولید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ صدوق بنتا ہے اور صدوق کی روایت حسن ہوتی ہے۔

نمبر۱۴ چند روایتیں پیش کیں جن میں دوسرے قیام کا ذکر نہیں تو کیا وہ اِس کے منافی ہیں۔؟ اگر نہیں تو پھر اُن کے ذکر کرنے کا تکلف کیوں فرمایا یہ تو آپ کے ہاں بھی مسلم ہے عدم الذکر عدم الوجود کو مستلزم نہیں ہے۔

نمبر۱۵ مصنف محترم فرماتے ہیں کہ "فی الصلواۃ" میں فی الواقع عموم ہے اور اِس لئے دونوں قیاموں کو شامل ہے خود ابھی تک مبحوث فیہ ہے" اِس میں آپ کی کارگر بات صرف یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ارسال کا صحیح ثبوت دیں بصورت دیگر اِس کو عام ماننے سے کیا مانع ہے۔؟

نمبر۱۶ فرماتے ہیں کہ نماز کا طریقہ متواتر تھا اِس میں کسی التباس یا اِس سے کسی غلط فہمی کی کوئی وجہ نہیں تھی لہذا تقدیم و تاخیر سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا لیکن بقول مصنف بعد رکوع کے قیام میں نہ وضع منصوص ہے نہ ارسال

تو پھر اِس صورت میں تقدیم و تاخیر تفیقہ فائدہ دیتی ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ ثانیاً اگر یہی بات ہے تو امام بخاری اور امام نسائی کے بزعم شما الواب کی تقدیم و تاخیر سے استدلال کیوں کیا۔؟

یہ سولہ اجمالی نوٹ ہیں جن کا قارئین کرام بغور مطالعہ کریں ان ہی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس رسالہ کی بنا گر جاتی ہے یعنی کوئی دلیل نہیں صرف طویل لاطائل کی مثال ہے اب آگے تفصیل جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ناظرین! مصنف محترم نے شروع میں دعویٰ کیا کہ یہ چند سال سے بحث چلی ہے لیکن پہلے علماء کی کتابوں میں اس قسم کی بحث مشہور ہے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل جو مشہور امام اہلسنت ہیں جو تیسری صدی ہجری کے مانے ہوئے محدث ہیں آپ فرماتے ہیں اذا رفع رأسه من الركوع ان شاء ارسل يديه وان شاء وضع يمينه على شماله (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام المبجل احمد ابن حنبل تالیف مرداوی) امام احمد فرماتے ہیں کہ جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے تو چاہے تو ہاتھ نیچے چھوڑ دے چاہے تو دایاں ہاتھ بائیں پہ رکھ کر باندھ لے اسی طرح فقہ حنبلی کی مشہور کتاب کشاف القناع ص۴۰۶/۱ میں بھی امام احمد سے یہی صراحت منقول ہے پس امام ہمام کا یہ اختیار دینا صاف بتلاتا ہے کہ یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ تھا۔ کیونکہ امام صاحب کے پانچ اصول حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین ص۲۹/۱ تا ۳۳ میں ذکر کئے ہیں جن میں تیسرا اصول یوں بیان کرتے ہیں! الاصل الثالث من اصوله اذا اختلف الصحابة تخير من اقوالهم ما كان اقربها الى الكتاب والسنة ولم يخرج عن اقوالهم فان لم يتبين له موافقة احد الاقوال حكى الخلاف فيها ولم يجزم بقول یعنی امام موصوف کا تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا اختلاف ہوتا ہے تو ان میں سے اسی قول کو اختیار کرتے ہیں جو قرآن اور حدیث کے زیادہ قریب ہو اور اُن کے اقوال سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔

اور جہاں اس کو کسی ایک قول کی قرآن و حدیث سے موافقت معلوم نہیں ہوتی تو وہاں کسی خاص قول کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے بلکہ سب کے اختلاف کو برقرار رکھتے ہیں یعنی مسئلہ کا اختیار دیتے ہیں اب اس قاعدہ اور ان کے مذکورہ قول دونوں کو سامنے رکھنے سے نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف تھا اور امام صاحب کو دلیل کے لحاظ سے کوئی ایک بات راجح معلوم نہ ہو سکی اس لئے اختیار دیدیا۔ اس کو دلیل اِنّی کہتے ہیں کہ معلول سے علت کا معلوم ہونا جیسا کہ دھوئیں کی علت آگ۔ بسا اوقات کسی گھر میں آگ نظر نہیں آتی ہے مگر اس میں سے دھواں نکلتے دیکھ کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس گھر میں آگ ہے۔ اسی طرح امام صاحب کے اس قاعدہ کی بنا پر ان کے اس فتویٰ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ صحابہ دونوں طرف تھے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس اختلاف کے متعلق امام احمد بن حنبل فیصلہ نہ کر سکے تو قیامت تک کوئی دوسرا آنے والا اس کا فیصلہ نہ کر سکے پس ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ شروع ہی سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے ہم نے تقریباً پاکستان بننے سے کچھ عرصہ قبل سب سے پہلے مولانا محدث ابو محمد عبدالحق بہاولپوری مہاجر مکی مرحوم کو رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا انہوں نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بنام رافع اللومۃ عن الواضع فی القومۃ بھی تصنیف فرمایا تھا۔ وہ آخر تک اس مسلک پر قائم رہے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے غلط ہے کہ انہوں نے آخر میں اس مسئلہ سے رجوع کیا تھا۔ جب ہم نے انہیں ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا تو پھر کچھ عرصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک ان کے ساتھ بحث چلتی رہا بالآخر جب ہمیں یہ مسئلہ صحیح نظر آیا تو عمل شروع کر دیا۔ ان ہی دنوں میں ہمیں یہ شیخ الکل سید میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے شاگرد رشید علامہ محدث ابو اسماعیل یوسف حسین ہزاروی (جو کہ بڑے پایہ کے عالم تھے اور میاں صاحب کے درس حدیث میں ہمیشہ ساتھ رہے ملاحظہ ہو نزہتہ الخواطر ص ۵۲۶ تا ۵۲۷) کا رسالہ بنام اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع ملا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو ثابت کیا گیا ہے قیام پاکستان کے سال سفر حج کو روانگی ہوئی اس سفر میں مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی مرحوم بھی ساتھ تھے بعض لوگوں نے ان کے پاس اس مسئلہ کے بابت میری شکایت کی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ حق ہے اور میں خود بھی باندھتا ہوں چنانچہ میں نے خود انہیں رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا اسی سفر حج میں کئی علماء کو باندھتے دیکھا اور ان سے گفتگو بھی ہوئی۔ خاص طور پر اس وقت کے سعودیہ کے چیف جج قاضی محمد بن ابراہیم آل شیخ کو بھی ہاتھ باندھتے دیکھا اور ان سے گفتگو بھی ہوئی اور جب شیخ حماد الانصاری (استاد جامعہ اسلامیہ جن کا مکتبہ پورے سعودیہ میں مشہور ہے) کی معیت میں ہم نے قاضی موصوف سے ملاقات کی اور شیخ حماد نے جب یہ ان کو خبر سنائی کہ میں نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے تو قاضی موصوف اس پر بے حد خوش ہوئے اس کے علاوہ بار بار سفر حج کی وجہ سے مختلف ممالک اسلامیہ کے لوگ ملے مثلاً نجد کے علاوہ شام مصر، عراق، اردن، افریقہ، حضرموت، سوڈان، مراکش وغیرہ کے کئی لوگوں کو ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا اور بعض سے گفتگو بھی ہوتی رہی ان باتوں سے یہ بت ٹوٹ گیا کہ ارسال پر اجماع ہے اور یہ تواتر عملی ہے اس کے بعد علامہ حافظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ صاحب روپڑی سے تحریری مناظرہ ہوا ان کا مضمون ان کی اخبار تنظیم اہلحدیث میں شائع ہوتا رہا۔ اور ہم جوابی مضامین جماعتی اخبارات الاعتصام تنظیم اہلحدیث، صحیفہ اہلحدیث، کو بھیجتے رہے مگر کسی نے شائع نہیں کیا پھر ہم نے وہ بصورت رسالہ شائع کیا۔ ملتان میں جماعت کے سالانہ کانفرنس کے موقع پر ایک مجلس میں جب اس تحریری مناظرہ کا ذکر ہوا تو جماعت کے مشہور عالم و فاصل، مناظر و محقق مولانا احمد الدین گکھڑوی نے بھرے مجمع میں صاف الفاظ میں فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ ارسال کبھی ثابت نہیں ہو سکتا اس کے بعد مولانا ارشاد الحق اثری کی زبانی معلوم ہوا کہ مولانا موصوف رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے وہ ایسے شخص تھے جن کو سب اہلحدیث محقق ملتان کے ساتھ مخلص اور تعصب و حسد سے خالی جانتے ہیں اس کی یہ شہادت پھر ان کا قائل و عامل ہونا مصنف کی اس لاطائل تقریر جس میں انہوں نے ہاتھ باندھنے والوں کو متعصب و حاسد ہونے کا الزام دیا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے اب اہل انصاف اس پر کوئی توجہ نہیں دیں گے۔ مصنف صاحب کو یہ بھی شکایت ہے کہ لوگ میری ندگی کتاب کو نہیں پڑھتے پڑھیں بھی کیا وہ بیچارے اس بات کے متلاشی ہیں کہ ہمیں حدیث سے وہ الفاظ مل جائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھ نیچے لٹکا دیتے تھے تاکہ ہم بھی چھوڑ دیں کیونکہ ہمیں تو عام حکم ملا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب بھی قائم ہوتے تھے تو ہاتھ باندھ لیتے تھے جب تک ہمیں اس قیام میں ہاتھ کھولنے کا حکم نہ ملے تب تک ہم کسی کی راہ پر نماز کے ایک قیام کو نماز سے کیسے باہر نکالیں، مصنف صاحب کا احترام بسر و چشم مگر آپ کے عمل یا قول سے حدیث کے عموم کو خاص کرنے سے ہم مجبور ہیں مصنف نے مولوی اللہ بخش کے عربی رسالہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں

www.KitaboSunnat.com

بھی کوئی نئی بات نہیں ہے وہی باتیں ہیں جن کے جوابات ہمارے مذکورہ بالا رسائل میں آچکے ہیں مولوی صاحب خود ہاتھ باندھتا تھا اور باندھنے کی زور شور سے تبلیغ کرتا تھا جو دلائل انہوں نے اس رسالہ میں لکھے ہیں ان کی تردید اور جواب وتیار تھا تھا۔ بلکہ ارسال کو بدعت اور دین میں نیا کام جانتا تھا لیکن جب ہم سے بگڑ کر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے اپنا عمل بدلا اور وہی دلائل سامنے پیش کئے جن کو غلط سمجھا تھا مصنف صاحب تو فرماتے ہیں کہ اس نے میرے رسالہ کو قبول کیا لیکن اس کے قبول کرنے میں کیا حکمت تھی۔؟ اس کا بیان ابھی آتا ہے اس طرح مولوی صاحب کا کسی غرض کی بنا پر اپنے خیالات کو بدلنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وما هي باول قارورة كسرت۔ کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد بھی مولوی صاحب مسلک اہلحدیث کو غلط کہنے لگے اور جناب مسعود احمد بی۔ ایس۔ سی کی جماعت المسلمین میں داخل ہوگئے۔ مسلک اہلحدیث کو بدعت کہنے لگے اور لوگوں کو اہلحدیث کہلوانے سے روکنے لگے حالانکہ اس سے پہلے ایک کتاب سندھی زبان میں بنام تعارف اہلحدیث انہوں نے لکھی جس میں بڑے زور شور سے اہلحدیث کی فضیلت اور شان کو بیان کیا اور اس لقب کو بڑی شدومد سے ثابت کیا لیکن افسوس اس ترقی اور ہیرا پھیری پر لیکن افسوس تو مصنف محترم پر ہے جو اس کے اس رجوع کرنے اور ہاتھ کھولنے کی تائید پر فخر کرتے ہیں حالانکہ خود اسی مولوی اللہ بخش کے حق میں فرماتے ہیں کہ " لیکن افسوس کہ ایسے جید عالم و فاضل مخلص دوست کا قدر جماعت اہلحدیث سندھ نے نہ کیا بلکہ ان کو انتہائی ستم ظریفی سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی گئی المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده کا ارشاد عالیہ کم از کم مولانا مرحوم کے معاملہ میں بالکل ترک کر دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع کس شوق کس تمنا کس درجہ سادگی ہے
ہم آپ کی شکایت کرتے ہیں آپ ہی سے

ان اذیتوں کو برداشت کرتے کرتے بالآخر زندگی کے آخری ایام میں جماعت المسلمین کے ساتھ ہی منسلک ہو گئے تاہم جماعت اہلحدیث سے والہانہ عقیدت مندی میں آخری دم تک کوئی کمی نہیں آئی (صحیفہ اہلحدیث یکم ، ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ بمطابق ۹ ، ۱۴ ، ۲ ستمبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۶)

اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ یہی قدردانی تھی جس کی بنا پر مولوی صاحب نے ہاتھ باندھنے چھوڑ دیئے اور پھر اس قدردانی نے یہ ترقی بخشی کہ بالآخر مسلک اہلحدیث کو چھوڑ کر مسعودی جماعت میں چلے گئے لیکن مصنف صاحب کا مضمون کے آخر میں یہ کہنا کہ آخر تک اہلحدیث سے عقیدت رہی یہ صحیح نہیں ہے دراصل مولوی صاحب مصنف صاحب کو دھوکہ میں رکھے رہے کیونکہ یہ بھی قدردانی حاصل کرنے کا ایک گر ہے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مولانا حافظ محمد سلیمان صاحب خطیب جامع مسجد اہلحدیث مارکیٹ بازار سکھر ابھی تک بقید حیات ہیں اللہ اُن کی عمر میں برکت کرے آمین۔ قارئین ان سے پوچھ سکتے ہیں اِن کے سامنے مولوی اللہ بخش نے مناظرہ کا چیلنج دیا مجھے لکھا گیا کہ مولوی اللہ بخش آپ کے ساتھ لقب اہل حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کے مسئلہ پر مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہے کیا آپ بھی تیار ہیں یا نہیں؟ میں نے جواب میں ایک شرط پیش کی کہ ہمارے اس مناظرہ میں منصف (ثالث) محترم مصنف صاحب ہوں گے لیکن مولوی صاحب یہ شرط سن کر مناظرہ سے مکر گئے اس میں کیا گر تھا اس کو قدردان ہی جانتے ہیں اس سے کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ قبل مولوی صاحب لاڑکانہ کی مسجد میں خطیب اور امام رہے ہیں لیکن جب وہ اہلحدیث کے خلاف بولنے لگے اور مسعودی جماعت کی پرچار کرنے لگے تو وہاں سے اس کو ہٹنا پڑا حافظ غلام سرور شیخ نابینا ایک صالح انسان ہیں اور مسجد کمیٹی کے خاص ممبر ہیں انہوں نے میرے سامنے حلفیہ بیان میں کہا کہ اگر ہم اس کو اپنے یہاں مسجد میں نہ رکھتے تو وہ قادیانیوں کے ساتھ ملنے والا تھا اور اُن کا مذہب اختیار کرنے والا تھا اس لئے اس کو وہاں سے روکنے کے لئے ہم نے اپنے پاس امام رکھ لیا اب ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر آپ غور کریں کہ مولوی صاحب موصوف کا رنگ بدلتے رہنا ایک نئی بات نہیں تھی۔

ناظرین:-

مصنف محترم نے سات دلائل ذکر کئے ہیں پہلی دلیل مسند احمد کے حوالہ سے اس طرح ذکر کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان الفاظ میں امر فرمایا فاذا رفعت رأسك فاقم صلبك حتى ترجع العظام الى مفاصلها الحديث ان الفاظ مبارک کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ جب تم رکوع سے سر اٹھاؤ تو اپنی پیٹھ کو سیدھا کرو حتیٰ کہ تمہاری سب ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ جائیں۔"

اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے سب ہڈیاں مراد ہیں حتیٰ کہ کہنیوں کی ہڈیاں بھی اس میں شامل ہیں مگر ایک ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ حتیٰ غایت کے لئے ہے اور یہاں پیٹھ کی ہڈیاں ہی مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ خود ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ اپنی پیٹھ کو سیدھا کرو حتیٰ کہ تمہاری سب ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آئیں یہ غایت پیٹھ کے سیدھے کرنے کے لئے ہے یعنی پیٹھ کو اتنا سیدھا کرو کہ ہڈیاں اپنی جگہ پہ آجائیں اس میں دوسری ہڈیوں کی بات نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پیٹھ کی ہڈیوں کی چل رہی ہے۔ مثلاً نحو کی کتابوں میں حتیٰ کہ مثالیں مذکور ہیں مثلاً نمت البارحۃ حتی الصباح یعنی میں آج رات صبح تک نیند میں سوتا رہا۔ اب ناظرین غور فرمائیں کہ یہ صبح اسی رات کی مراد ہے یا دوسری کی کیا دوسری صبحیں بھی اس میں داخل ہیں؟ ہرگز نہیں اسی طرح یہاں بھی اسی پیٹھ کی ہڈیاں مراد ہیں۔ دوسری مثال: اکلت السمکۃ حتی رأسہا میں نے مچھلی کو اس کے سر تک کھایا۔ یہاں بھی اسی مچھلی کا سر مراد ہے اگر یہاں ضمیر "ہا" نہ ہوتا اور حتی الرأس (سر تک) ہوتا پھر بھی وہی معنی ہونا دوسری مچھلیوں کے سر اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

تیسری مثال: قدم الحاج حتی المشاۃ یعنی حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیدل تو کیا ان میں حاجیوں کے علاوہ دوسرے پیدل بھی شامل ہوں گے! نہیں ہونگے

چوتھی مثال سرت حتی تغیب الشمس یعنی میں چلتا رہا سورج کے غروب ہونے تک اس میں بھی اسی دن کے سورج کا غروب مراد ہے۔

پانچویں مثال: صمت رمضان حتی الفطر یعنی میں نے رمضان کے روزے رکھے عید الفطر تک یہاں بھی اسی مہینہ کی فطر مراد ہے۔

چھٹی مثال: ضرب القوم حتی زیداً یعنی میں نے قوم کو مارا حتیٰ کہ زید کو بھی اور زید اسی قوم کا فرد ہے۔

ساتویں مثال: اسلمت حتی ادخل الجنۃ میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں۔ یہاں حتیٰ کی معنی "کی" کے ہیں پھر بھی وہی جنت مراد ہے جو اسلام والوں کے لئے آخرت میں ہے ورنہ جنت تو ہر باغ کو کہا جا سکتا ہے جیسے کمثل جنۃ بربوۃ (البقرۃ) جعلنا لاحدہما جنتین (الکھف) کم ترکوا من جنات وعیون (الدخان) ویجعل لکم جنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(السنوح) وغیرہا من الآیات۔

آٹھویں مثال: دخلت البلد حتی السوق میں شہر میں داخل ہوا بازار تک اور بازار سے اسی شہر کا بازار مراد ہوگا۔ ایسی قرآن میں بہت مثالیں ہیں حتی مطلع الفجر (القدر) یعنی طلوع فجر ہونے تک اور فجر اسی لیلۃ القدر کی مراد ہے دوسری فجر اس میں شامل نہیں حتی اذا استیأس الرسل (یوسف) یہاں تک کہ رسولوں کو ناامیدی ہوئی۔ اس میں وہ رسول مراد ہیں جن کا پہلے ذکر ہے یا یہ مراد لوگے کہ اللہ کے سارے رسول ناامید ہوتے حاشا وکلا حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (التوبۃ) یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکر جزیہ دینے لگیں یہ حکم بھی ان لوگوں کے لئے ہے جن کا حتی سے پہلے ذکر ہے حتی اذا اتوا علی وادی النمل (النمل) اس میں وہی لوگ مراد ہیں جن کا حتی سے پہلے ذکر ہے یعنی سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں اسی صحابی رفاعۃ ابن رافع رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کا راوی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں **ثم ارکع حتی تطمئن راکعا** یعنی پھر رکوع کر یہاں تک کہ آرام لے رکوع کرنے میں ظاہر ہے کہ اس رکوع کا حکم ہے جس کا ذکر ہے پھر فرمایا **ثم ارفع حتی تطمئن قائما** یعنی پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک آرام لے تو کھڑے ہوئے یہاں بھی قیام بعد الرکوع مراد ہے ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ آرام لے سجدہ کرتے ثم ارفع حتی تطمئن سجدہ کر یہاں تک کہ آرام لے تو سجدہ کرتے ہوئے اس سے وہی دوسرا سجدہ مراد ہے اسی طرح یہاں بھی یہ حکم ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو اپنی پیٹھ کو سیدھا کرو حتی کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ جائیں پس یہ ہڈیاں پیٹھ کی مراد ہیں اور پیٹھ کو سیدھا کرنے کا حکم ہے مرحوم حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رسالہ ارسال السیدین صہ ۱۹ میں بھی یہی معنی کرتے ہیں فرماتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہ "اس عبارت میں اگر یہ دیکھا جائے کہ لفظ حتیٰ، غایت (انتہا) کے لئے ہے اور مقصد پیٹھ سیدھی کرنے اور سر اُٹھانے کی حد بتانا ہے یعنی پیٹھ اتنی سیدھی ہوجائے اور سر اس قدر اونچا ہوجائے کہ ہر ہڈی اپنے جوڑ کی طرف لوٹ آئے۔ تو اس صورت میں ہڈیوں سے پیٹھ کی ہڈیاں مراد ہوں گی کیونکہ پیٹھ کے سیدھا کرنے اور سر اُٹھانے میں انہی کا دخل ہے"

اب شارحین کا کلام ملاحظہ ہو۔ علامہ محمد مغربی البدر التمام شرح بلوغ المرام (قلمی) میں اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں حتی ترجع العظام التی انخفضت حال الرکوع الی مفاصلها الی ما کانت علیه حال القیام للقراءة وذلك لکمال الاعتدال یعنی وہ ہڈیاں لوٹیں جو رکوع کی حالت میں جھک گئی اور اپنے جوڑوں کی طرف لوٹیں اس حالت پر جس پر قراءۃ والے قیام (یعنی رکوع سے پہلا قیام) میں تھیں اس طرح کمال اعتدال ہوتا ہے اسی طرح یہ معنی علامہ امیر اسماعیل یمانی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام ص۱۶۰/۱ میں نواب صدیق حسن خان نے فتح العلام شرح بلوغ المرام ص۱۲۰/۱ میں اور علامہ سید احمد حسن دہلوی نے تنقیح الرواۃ ص۱۴۳/۱ میں کیا ہے ہر ایک جانتا ہے کہ رکوع کرتے وقت کمر کی ہڈیاں جھکتی ہیں نہ ہاتھوں کی نہ کہنیوں کی۔ اسی طرح رکوع سے سر اُٹھاتے وقت جو رفع الیدین کی جاتی ہے اس وقت بھی کہنیوں کی ہڈیاں نہیں جھکتیں۔

ناظرین! تجربہ کرکے دیکھیں۔ ثابت ہوا کہ اس حدیث میں پیٹھ کی ہڈیوں کو سیدھے کرنے کا حکم ہے ہاتھوں کو بھی اس میں داخل کرنا سراسر سینہ زوری ہے بلکہ دوسری دلیل جو مصنف نے ذکر کی ہے وہ مزید ہماری اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی تائید کرتی ہے جیسا کہ بیان ہوگا انشاءاللہ اور مصنف صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ "حدیث پاک میں تو العظام کا لفظ ہے جس سے عربیت کے اصول و قواعد کے بموجب سب ہڈیاں مراد ہیں" لیکن پہلے چونکہ پیٹھ کو سیدھا کرنے کا حکم ہے اور العظام (ہڈیوں) کے لوٹنے سے پیٹھ کو سیدھا کرنے کی انتہا ہوجاتی ہے لہٰذا اس سے سب ہڈیاں مراد نہیں ہوسکتیں بلکہ اس میں خاص پیٹھ کی ہڈیاں مراد ہیں جس طرح کہ اوپر بیان ہوا اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱ میں بھی اس روایت سے صرف اطمینان مراد لیتے ہیں۔

دوسری دلیل ابو حمید رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں فاستوی حتی یعود کل فقار مکانہ اور ترجمہ کرتے ہیں کہ "اور برابر ہو کر کھڑے ہوجاتے تاکہ ہڈیاں اپنی جگہ جسمانی پر لوٹ آئیں۔

ناظرین: فقار جمع فقارۃ کی ہے اس کے معنی پیٹھ کی ہڈیاں ہیں عام لغت کی کتابوں میں اسی طرح ہے چنانچہ لغت کی مشہور کتاب لسان العرب ص۱ ج۶ میں ہے والفقرۃ والفقرۃ والفقارۃ بالفتح واحدۃ فقار الظھر وھو ما انتضد من عظام الصلب من لدن الکاھل الی العجب والجمع فقر وفقار" وقیل فی الجمع فقرات وفقرات"

یعنی الفقار فقرۃ

فقرہ اور فقارۃ کی جمع ہے یہ پیٹھ کی ہڈیاں ہیں جو کہ پیٹھ میں جمع ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، کندھے کی ہڈی سے لے کمر ریڑھ کی ہڈی تک یہی معنیٰ سب لغت کی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً امام ابوعبید القاسم بن سلام کی کتاب غریب الحدیث ص۳۰ ج۱ امام ابن القطاع الصقلی کی کتاب الافعال ص۵۴ ج۲ امام جوہری کی کتاب الصحاح ص۷۸ ج۲ امام ابن سیدہ المخصص ص۱۶ ج۲ میں امام ابن درید جمہرۃ اللغۃ ص۳۹۸ ج۲ میں امام ابن جوزی غریب الحدیث ص۱۹۵ المصور میں مجد الدین فیروز آبادی القاموس ص۱۱۱ ج۲ میں امام زبیدی تاج العروس ص۳۷۳ ج۳ میں امام ابن الاثیر النہایۃ فی غریب الحدیث ص۲۰۹ ج۴ میں امام ابوالحسین ابن فارس معجم مقاییس اللغۃ ص۴۴۳ ج۴ میں علامہ زمخشری الفائق ص۱۳۲ ج۳ طبع بیروت میں علامہ الفیومی المصباح المنیر ص۱۳۴ ج۲ میں علامہ زنجانی تہذیب الصحاح ص۳۱۹ ج۱ میں عبدالقادر رازی مختصر الصحاح ص۵۰۰ میں، فرید وجدی دائرۃ المعارف ج۷ ص۳۴۴ میں سب نے یہی معنیٰ کیا ہے اِسی طرح منجد ص۹۰۵ طبع جدید میں اور اقرب الموارد ص۹۳۷ ج۲ میں بھی ہے مجمع بحار الانوار ص۸۹ ج۴ میں صاف لکھا ہے

ومنہ حتی یعود کل فقار مکانہ ای مفاصل الصلب

یعنی پیٹھ کے جوڑ۔ صراح ص۲۰۴ طبع کانپور میں ہے فقرۃ بالکسر استخوان پشت فقرات.... **وجمعہ فقار** یعنی پیٹھ کی ہڈیاں غیاث اللغات ص۳۵۴ میں ہے **فقار بالفتح** مہرہ ہائے پشت از گردن تا کمر یعنی گردن سے لے کر کمر تک کی ہڈیاں منتخب اللغات ص۵۴۴ میں ہے فقار بالفتح استخوان مہرہ پشت از گردن تا کمر یعنی گردن سے کمر تک پیٹھ کی ہڈیاں۔

نواب وحید الزمان کی لغات الحدیث ص۹۳ کتاب ف میں ہے حتی یعود کل فقار مکانہ یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مقام پہ آجاتے یعنی پیٹھ کے جوڑ مصباح اللغات ص۶۲۸ میں الفقارۃ ریڑھ کی ہڈی ج فقار لغات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشوری صہ ۳۵۱ میں ہے فقار پیٹھ کی کڑیاں گردن سے کمر تک۔ کریم اللغات
صہ ۱۲۲ میں ہے فقرہ جملہ استخوان پیٹھ کی منکا کمر کا منجد عربی اردو صہ ۹۳۸ میں
ہے الفقارة ریڑھ کی ہڈی جمع فقار وغیرہ القاموس المحیط عربی انگریزی
صہ ۱۱۵ میں ہے فقرۃ فقارة خرزۃ الظهر VERTEBRA Pl VERTEBRAE
المورد انگریزی عربی صہ ۱۰۲۸ میں ہے VERTEBRA فقارة فقرة۔ اور پریکٹیکل
ڈکشنری (PRACTICAL DICTIONARY) انگریزی اردو صہ ۷۳۲ میں
VEVTEBRA کی معنی فقرہ لکھی ہوئی ہے۔

ثانیاً یہی معنی شراح حدیث نے کیا ہے فتح الباری لابن حجر صہ ۳۴۵/۲ مطبع
بہیہ مصریہ میں ہے الفقار بفتح الفاء والقاف جمع فقارة
وھی عظام الظھر وھی من الکاھل الی العجب
یعنی فقار فقارة کی جمع ہے یہ پیٹھ کی ہڈیاں ہیں جن کو ریڑھ کی ہڈیاں کہا
جاتا ہے۔ اور بقول امام ابن سیدہ گردن سے لے کر کمر تک کی ہڈیاں ہیں
اسی طرح دوسری شروح اور حواشی میں بھی ہے مثلاً شرح کرمانی للبخاری
صہ ۱۵۵/۵ ، عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی صہ ۱۴۴/۷ منیریہ
ارشاد الساری شرح البخاری للقسطلانی صہ ۱۲۰/۲ ، شرح البخاری
للزرکشی صہ ۲۱۶/۲ فتح المبدی شرح مختصر الزبیدی
للشرقاوی صہ ۲۷۵/۱ عون الباری تجرید البخاری للنواب صدیق الحسن
خان صہ ۴۴/۲ علی ہامش نیل الاوطار نیل الاوطار صہ ۲۸۴/۲ مرقاۃ المفاتیح
شرح مشکوٰۃ المصابیح صہ ۲۵۵/۲ لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ
المصابیح مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی صہ ۱۰۲/۲ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ
المصابیح للمبارکفوری صہ ۲۵۱/۲ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصابیح للمبارکفوری ص۲۵۱ ج۲ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ ص۱۴۴ ج۱
البدر التمام شرح بلوغ المرام للمغربی (قلمی) سبل السلام ص۱۶۲ ج۱ فتح العلام
شرح بلوغ المرام مصنفہ نواب صدیق حسن خان ص۱۶۲ ج۱ ، حاشیہ بلوغ
المرام للسید احمد حسن الدہلوی ص۴۷، حصول المأمول شرح التاج لجامع
الاصول ص۱۹۷ ج۱ مشارق الانوار للقاضی عیاض ص۱۶۲ ج۲ ۔ میں شیخ عبدالحق دہلوی
اشعۃ اللمعات ص۳۵۶ ج۱ میں فرماتے ہیں حتی یعود کل فقار مکانہ "تا آنکہ
باز نشست ہمہ بند ہائے استخوان پشت بجائے خود و فقار بفتح فای
مقدم بر قاف بند ہا و مہرہ ہائے استخوان پشت واحد فقارہ بفتح فا و فقرہ
بکسر فا و سکون قاف و فتح آن نیز گویند و فقر بمعنی درویشی مشتق از
وست کہ از گرسنگی و ناتوانائی پشت شکستہ شدہ است ، یعنی جبکہ
پیٹھ کی ہڈیاں اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جائیں اور فقار پیٹھ کے مہرے ہیں جس
کا واحد فقارہ آتا ہے اور فقر بمعنی مسکینی یا درویش وہ بھی اسی لحاظ
سے ہے کہ تنگ دستی سے اس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے" اس طرح اردو
تراجم و شروح میں ہے چنانچہ فیض الباری ملقب تسہیل القاری
مصنفہ مولانا محمد ابوالحسن محدث ص۱۹ ج۴ میں ہے ۔ اور جب رکوع
سے سر اٹھائے تو سیدھے کھڑے ہوئے اور ٹھہرے رہتے۔
یہاں تک کہ پشت کی ہر ہڈی اپنی جگہ میں پھر آتی" تیسیر الباری ترجمہ و شرح
صحیح البخاری مصنفہ علامہ نواب وحید الزماں ص۵۱۹ ج۱ میں ہے پھر سر اٹھا کر
سیدھے کھڑے ہو جاتے آپ کی پیٹھ کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی ترجمہ
بخاری علامہ داؤد راز دہلوی ص۲۰۴ پ۳ میں ہے اور ابو حمید صحابی رضی نے فرمایا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رکوع) سے سر اٹھایا تو سیدھے اس طرح کھڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے کہ پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا"۔ انوار المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مصنفہ مولانا عبدالسلام بستوی ص۵۴۱/۲ میں ہے۔ "پھر جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ پیٹھ کی ہڈیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا" ترجمہ بلوغ المرام للشیخ عبدالتواب ملتانی ص۱۱۰ میں ہے "پھر جب سر اُٹھاتے تو سیدھے ہو جاتے یہاں تک کہ پیٹھ کی ہڈی اپنی جگہ پر پھر آتی۔ بخاری شریف کے انگریزی ترجمہ مصنفہ ڈاکٹر محمد محسن خان نے ص۴۳۹/۱ میں ترجمہ اِس طرح لکھا ہے۔

"THEN HE STOOD UP STRAIGHT FROM BOWING TILL ALL THE VERTEBRAE TOOK THEIR NORMAL POSITIONS"

الغرض: اہل لغت اور شارحین و مترجمین سب یہی معنی کرتے ہیں کہ یہاں پیٹھ کی ہڈیوں کا ذکر ہے پس ہاتھوں کو اس میں شامل کرنا غلط ہے خود حافظ عبداللہ صاحب مرحوم روپڑی رسالہ ارسال السیدین ص۱۹ میں اس روایت کے تحت فرماتے ہیں "یعنی رکوع سے سر اُٹھاتے تو اِس طرح ٹھیک ہو کر کھڑے ہوتے کہ پیٹھ کا ہر مہرہ اپنے ٹھکانے لوٹ آتا اس عبارت میں فقار کا لفظ ہے اور فقار فقرہ کی جمع ہے پیٹھ کے مہروں کو کہتے ہیں اِس میں ہاتھ شامل نہیں ہیں۔

الغرض اِس روایت میں ہاتھوں کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ یہ روایت پہلی دلیل والی روایت کی تفسیر ہے اِسی طرف سبل السلام ص۱۶۲/۱ میں اشارہ ہے مصنف کو ہاتھوں کی ہڈیوں کو اِس حدیث سے مستثنیٰ کرنے سے شکوہ ہے مگر ہمیں اِس استثنا کی کیا ضرورت؟ کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا کہ ہاتھ اِس میں داخل ہی نہیں تو پھر استثنا کا کوئی سوال ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہا مصنف نے امام بخاری کی تبویب سے عجیب استدلال کیا ہے
چنانچہ لکھتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت امام والا مقام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے باب
صفۃ الصلوٰۃ میں اولاً نماز شروع کرنے کے بعد قیام اول یعنی جس میں قراءۃ
ہوتی ہے اس کی ہیئت بیان کرنے کے لئے حضرت سہل بن سعد کی حدیث
ذکر کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے قیام میں وضع کرنا ہے یعنی ہاتھوں کو
باندھنا ہے لیکن جب رکوع کے بعد والے قیام کا ذکر فرمایا تو اس حدیث
کو وہاں ذکر نہیں کیا۔ "

مگر اولاً دونوں قیاموں میں کوئی فرق نہیں تھا جب ہی تو ایک ہی باب
پہ اکتفا کیا اس کی مثال: امام بخاری نے ص ۱۱۲ تا ۱۱۳ ج ۱ میں پہلے سجدہ کے لئے
دس ابواب رکھے ہیں اس کے بعد دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا باب
رکھتے ہیں یعنی باب المکث بین السجدتین اسکے بعد باب لا یفترش ذراعیہ
فی السجود اور اس کے بعد جلسہ استراحت کا باب رکھتے ہیں۔ مگر دوسرے
سجدہ کے لئے کوئی باب نہیں رکھا ہے اگر اس سے کوئی سمجھے کہ امام
صاحب نے ان حدیثوں سے یہی سمجھا ہے کہ جتنی حدیثیں سجدہ کی
کیفیت کے بیان میں ہیں وہ صرف پہلے سجدہ کے لئے ہیں اگر
دوسرے کے لئے ہوتیں تو ان کے لئے بھی الگ باب ذکر کرتے اور یہ
حدیثیں لاتے تو کیا اسکو آپ صحیح سمجھیں گے؟ جب نہیں لائیں تو ثابت
ہوا کہ امام موصوف کے نزدیک دونوں سجدوں کی کیفیت ایک ہے اس
طرح یہاں بھی سمجھیں کہ جب دونوں قیاموں میں کوئی فرق نہیں تھا اس
لئے الگ باب نہیں رکھا صرف یہ فرق تھا کہ پہلے میں قراءۃ اور دوسرے
میں دعا ہے اس لئے دونوں کے لئے الگ باب رکھے دوسرے قیام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے خاص بات واضح کی کہ صرف بیٹھ سیدھی کی جاتے ثانیاً اس قسم کی ترتیب سے مصنف کا استدلال بھی قوی نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ سے قبل دو اور باب رکھے ہیں۔ باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، اور دوسرا باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین ، مصنف کے قول کے مطابق ہاتھ باندھنے کا باب ان دونوں ابواب سے پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جب ہاتھ باندھنے امام صاحب کے نزدیک بقول مصنف پہلے قیام کے لئے خاص ہیں تو پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ رکوع کے لئے یا اس سے سر اٹھانے کے وقت یا دو رکعتوں کے بعد اٹھتے وقت رفع الدین کرنا یہ سب کام قیام اول کے بعد ہیں لیکن امام صاحب نے رفع الیدین کا مسئلہ یکجا جمع کردیا اور ہاتھ باندھنے کا مسئلہ بھی یکجا جمع کردیا پھر جب بھی کھڑا ہو یہی حکم ہے۔

پھر مصنف فرماتے ہیں "بلکہ اس رکوع کے بعد والے قیام کی ہئیت بیان کرنے کے لئے حضرت ابوحمید کی روایت کا وہی ٹکڑا ذکر فرمایا جو ابھی ہم ذکر کر آتے ہیں اور باب کا عنوان یہ رکھا "باب الطمانینۃ حین یرفع رأسہ من الرکوع " پھر ابو حمید رضی اللہ عنہ والی حدیث کا ٹکڑا ذکر کیا"

یہاں انتہائی جرأت سے کام لیا گیا ہے۔ جو معنی اس ٹکڑے کی مصنف نے اپنے خیال میں سمجھی ہے اس کو امام بخاری کے ذمہ بھی لگادیا گیا حالانکہ امام بخاری کی شان اس سے اعلیٰ ہے کہ وہ اجماع اہل لغت کے خلاف مصنف کی طرح کوئی نیا معنیٰ اختیار کرے ثانیاً امام بخاری نے یہ جملہ اس باب کے تحت ذکر کیا ہے یعنی "باب الطمانینۃ حین یرفع رأسہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من الرکوع جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے اس جملہ سے اطمینان ثابت کیا ہے اس میں ہاتھوں کے باندھنے اور کھولنے کا کوئی ذکر نہیں مصنف محترم نے اپنی مفروضہ معنی کو ذہن میں رکھ کر پھر امام صاحب کی طرف اس بات کو منسوب کیا ہے فتح الباری صفحہ ۲۸۸ ج ۲ (السلفیہ) میں اس کے بارے میں ہے کہ "وہو ظاہر فیما ترجم لہ" یعنی جس مسئلہ کے لئے امام موصوف نے باب رکھا ہے یعنی اطمینان اس کے لئے یہ جملہ ظاہر دلیل ہے امام المحدثین کی تحقیق واقعی اپنی مثل آپ ہے لیکن ان کی بات سے جو مصنف لینا چاہتے تھے وہ ثابت نہیں ہوا۔

تصویر کا دوسرا رخ:

السنن الکبری للبیہقی صفحہ ۳۴۵ ج ۲ میں رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث مسیء الصلوٰۃ کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ ہے "انہا لا تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ تعالیٰ لیغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین ثم یکبر ویحمد اللہ ویمجدہ ویقرأ من القرآن ما اذن اللہ لہ فیہ ثم یکبر فیرکع ویضع کفیہ علی رکبتیہ حتی تطمئن مفاصلہ فیستوی ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ ویستوی قائما حتی یأخذ کل عضو ماخذہ ثم یقیم صلبہ ثم یکبر فیسجد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک حکم کے مطابق وضوء کرے اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ اکبر کہے اور اللہ کی حمد کرے اور پھر قرآن پڑھے جتنا کہ اللہ نے اس کو اجازت دی ہے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور دونوں ہتھیلیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے گھٹنوں پر رکھے یہاں تک کہ اس کے جوڑ اطمینان کیں اور سیدھے ہو جائیں۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ لے لے پھر اپنی پیٹھ کو سیدھا کرے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کرے (الحدیث) اس حدیث میں بیان ہے کہ رکوع کے بعد اس طرح کھڑا ہو کہ ہر عضوہ اپنی جگہ لے لے عضووں میں ہاتھ بھی شامل ہیں۔ اور ہاتھوں کی جگہ قیام کی حالت میں معلوم ہے اس میں پیٹھ بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی عضوہ ہے رکوع کی وجہ سے جب نیچے جھک گئی تھی لیکن کھڑے ہونے کے بعد اپنی جگہ پہ آنی چاہیئے تھی اسی طرح ہاتھ رکوع کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے لیکن کھڑا ہونے سے پھر اپنی جگہ آجانے چاہیئں۔ اسی طرح یہ روایت ہاتھ باندھنے کو ثابت کرتی ہے۔

تیسری دلیل جزء رفع الیدین للبخاری سے حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں کہ "وہ فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں رکوع کے طرف جانے کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے اور ان کے ہاتھ ایسے دکھائی دیتے کہ گویا پنکھے ہیں جو جھلائے جا رہے ہیں"، پھر تقریر استدلال میں فرماتے ہیں کہ "اور یہ تشبیہ تب ہی صحیح ہو سکتی ہے جب رکوع کے بعد والے قیام میں ارسال ہو کیونکہ اس وقت یہ بجلی کے پنکھے تو نہیں تھے بلکہ وہی پنکھے تھے جو عام طور پہ جہاں بجلی نہیں ہوتی اور وہاں ہاتھ کے بنے ہوئے پنکھے جھلائے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے پنکھے کا جھلانا اس طرح نہیں ہوتا کہ صرف اس کو اوپر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھایا جائے بلکہ یہ اِس طرح ہوتا ہے کہ ایسے پنکھے کو پہلے اوپر اُٹھایا جاتا ہے پھر نیچے گرایا جاتا ہے اِس اوپر اور نیچے کی طرف تحریک سے ہوا لگتی ہے اور گرمی سے آرام ملتا ہے۔

یہ استدلال بھی عجیب ہے کیونکہ رکوع کے بعد سر اُٹھانے کے بعد جو رفع الیدین کی جاتی ہے اِس کے بعد ہاتھ اوپر نہیں رہتے بلکہ نیچے سینہ تک آتے ہیں یعنی ہاتھ اوپر نیچے آتے رہتے ہیں اور وہی تشبیہ باقی رہتی ہے ہاتھ اوپر آتے ہیں اور نیچے جاتے ہیں بلکل پنکھے کے مشابہ ہے نہ معلوم مصنف نے یہاں سے کیسے استدلال کیا ہے حالانکہ ہاتھ باندھنے والی صورت میں بھی پنکھوں کی تشبیہ موجود ہے۔ لہذا اِس استدلال کی کوئی معنی نہیں کیونکہ رکوع سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں بھی ہاتھ پنکھے کی طرح اوپر نیچے آتے جاتے رہتے ہیں لہذا وضع ارسال سے اِس روایت کا کوئی تعلق نہیں ثانیاً۔ یہی روایت المحلی لابن حزم ص۹۳ ج۴ میں اِس طرح ہے عن الحسن کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفعون ایدیھم اذا احرموا واذا رکعوا واذا رفعوا کانھا المراوح یعنی حسن بصری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جب تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع الیدین کرتے تھے اِس طرح گویا کہ ان کے ہاتھ پنکھوں کے مشابہ ہیں اب بقول مصنف رکوع سے پہلے بھی ہاتھ نہیں باندھے جائیں بلکہ نیچے لٹکائے جائیں اگر کہا جائے کہ پہلے قیام میں صریحاً ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے تو ثابت ہوا کہ یہ استدلال ہی غلط ہے معلوم ہوا کہ اگر پنکھوں کی طرح ہاتھ اُٹھائے جاتے تھے تو بھی اِس طرح ہاتھوں کو اُٹھایا جانا ہاتھوں کے باندھنے کے منافی نہیں ہے اور اِس روایت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کا یہ کہنا کہ صرف دو جگہوں پر (رکوع کرتے اور سر اٹھاتے وقت) کے لئے یہ تشبیہ مذکور ہے غلط ثابت ہوا بلکہ المحلی کی روایت میں نماز شروع کرتے وقت اسی طرح کی تشبیہ مذکور ہے اگر کوئی کہے کہ المحلی والی روایت بحوالہ ابن ابی شیبہ ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں پہلی بار یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن حزم نقل کرنے میں ثقہ اور معتبر ہیں بعید نہیں کہ اس کے نسخہ میں یہ الفاظ ہوں نسخوں کا اختلاف ہو سکتا ہے اس لئے یہ کوئی اعتراض نہیں ہے ثالثاً پہلے قیام میں ہاتھ سینہ پر ہوتے ہیں وہاں سے ہٹ کر کندھوں یا کانوں تک جاتے ہیں اس کو تو مصنف پنکھے کے ساتھ مشابہ مانتے ہیں لیکن دوسرے قیام میں ان ہی کندھوں یا کانوں سے ہاتھ اسی سینہ پر آتے ہیں تو اس کو پنکھوں کے مشابہ نہیں جانتے یہ بھی عجیب اجتہاد ہے پس اگر پہلے قیام میں مشابہت صحیح ہے تو دوسرے میں بھی صحیح ہے اگر دوسرے میں صحیح نہیں تو پہلے میں بھی صحیح نہیں کیونکہ سینہ سے ہاتھ اٹھتے ہیں اور وہاں ہی واپس آتے ہیں ناظرین تجربہ کرکے دیکھیں۔

چوتھی دلیل کا ترجمہ یوں ذکر کرتے ہیں جریر الضبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اس جوڑ پر رکھ دیتے جو ہتھیلی اور کلائی کے درمیان ہے پھر اسی حالت میں اگر کپڑے کو ٹھیک کرنا ہوتا یا جسم کے کسی حصہ کو خارش کی وجہ سے رگڑنا ہوتا تو ہاتھ اٹھاتے ورنہ ہاتھ باندھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے پھر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ہاتھ باندھنے کی غایت یا حد رکوع کرنے تک بیان کی گئی ہے الخ اولاً اس کی سند میں جریر الضبی راوی ہے جس کے متعلق حافظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہبی میزان الاعتدال ص۲۹۷ ج۱ میں فرماتے ہیں ،، لا یعرف ،، یعنی یہ غیر معروف ہے یعنی مجہول ہے اگرچہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے مگر وہ مجاہیل بھی داخل کرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان کے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے اس لئے حافظ صاحب نے اس کو تقریب میں مقبول لکھا ہے اور مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں السادسۃ من لیس لہ من الحدیث الا القلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ بلفظ مقبول حیث یتابع والا فلین الحدیث یعنی مقبول اس حیثیت میں ہے جب اس کی متابعت ہو ورنہ وہ لین الحدیث ہے یعنی روایت ضعیف شمار ہوگی حافظ صاحب نے یہ فیصلہ تحقیق کے بعد انصاف سے دیا ہے جیسا کہ مقدمہ میں فرماتے ہیں انی احکم علی کل شخص منہم بحکم یشمل اصح ما قیل فیہ واعدل ما وصف بہ بالخص عبارۃ واخلص اشارۃ یعنی میں اس کتاب میں ہر ایک راوی کے بارے میں وہ حکم لگاؤں گا جو کہ اس کے حق میں انصاف پر مبنی ہو اور اس جگہ اس راوی (جریر الضبی) کا اس روایت میں کوئی دوسرا راوی متابع یا شاہد نہیں لہذا یہ روایت حجت نہیں بن سکتی اور نہ عام حکم کو خاص کرنے کی اہلیت رکھتی ہے ثانیاً اگر بالفرض اس روایت کی صحت تسلیم کی جائے پھر بھی اس سے ارسال پر دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ رکوع سے قیام کی انتہا ہوتی ہے لیکن جب قیام واپس آیا تو وہی حالت بھی واپس آئے گی ثالثاً اگر ہاتھ باندھنے کی انتہا ہو گئی تو پھر دوسری اور تیسری رکعت میں بھی ہاتھ نہ باندھے جائیں جب تک سلام نہ پھیرا جائے کیونکہ جب ایک نماز میں بقول مصنف ہاتھ باندھنے کی انتہا ہو گئی تو پھر سلام تک نہیں باندھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتے جب تک دوسری نماز شروع نہ کرے رابعًا یہ بھی قاعدہ ہے کہ "حتیٰ" کے ما قبل کا حکم اگر کسی حالت کی وجہ سے ہے تو اس حالت کے لوٹ آنے پر وہی حکم بھی لوٹ کر آئے گا مثلاً حدیث میں ہے کہ لا تقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضا (مشکوٰۃ ص۴۱ بحوالہ بخاری ومسلم) یعنی بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وضو نہ کرے۔ ابھی یہاں حتیٰ کے ما قبل کا حکم نماز کا قبول نہ ہونا ہے جو کہ بے وضو ہونے کی حالت کی وجہ سے ہے اور وضوء پر اس حکم کی انتہا ہو گئی لیکن اگر وہی حالت لوٹ کر آئے گی۔ یعنی بے وضو ہو جائے گا۔ تو وہی حکم واپس آجائے گا یعنی نماز قبول نہیں ہو گی اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو سمجھنا چاہیئے یعنی حتیٰ کے ما قبل کا حکم ہاتھ باندھنا ہے جو کہ قیام کی حالت کے لئے تھا جب وہ حالت ختم ہوئی اور رکوع آگیا تو وہ حکم بھی ختم ہوا لیکن جب وہی حالت قیام کو لوٹ کر آئے گی تو وہی حکم ہاتھ باندھنے کا لوٹ کر واپس آئے گا اس کی مزید بحث ہماری کتاب الدلیل التمام میں دیکھنی چاہیئے

پانچویں دلیل یوں ذکر کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد ارسال کرنا یا ہاتھوں کو چھوڑ دینا عمل متواتر ہے اور امت مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس دور تک جس میں ہم ہیں اس ارسال پر عمل پیرا رہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ "اب چند سال ہوئے ہیں کہ بعض علماء نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے ورنہ اس سے قبل سب کے سب کا عمل ارسال پر ہی تھا۔"

اولاً تواتر کا ثبوت سماع یا مشاہدہ پر موقوف ہے جیسا کہ شرح النخبہ ص۔ میں ہے یعنی ایسا ثبوت ہو کہ اس وقت کے لوگ ایک دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھا نقل کریں۔ ایک دوسرے سے سنا بیان کریں یہاں تک کہ سلسلہ صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچے اور ایسا تسلسل ثابت کرنا ناممکن ہے ثانیاً کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں لوگ اس پر عامل رہے ہیں خاص طرح امام احمد بن حنبل کا وضع وارسال دونوں کا اختیار دینا خود بتاتا ہے کہ یہ عمل سلف میں موجود تھا۔ ثالثاً ایسا تواتر عملی جیسا کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی شرعی دلیل نہیں کافر بھی تو اپنے عقیدہ وعمل کے لئے ایسے ہی دلیل پیش کرتے تھے کہ انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارھم مھتدون (الزخرف) یعنی ہم اپنے بڑوں کو ایک طریقہ پر دیکھتے چلے آرہے ہیں اور ہم ان ہی کے راستہ پر چلتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے بھی دلیل کا مطالبہ کیا اسی طرح ہم بھی تواتر کا نام لینے والوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر پاتے ہیں اگر آپ نے کھولنے کا ذکر پایا ہے تو پیش کرو باقی عمل اس کے بعد خواہ کسی طرح بھی رہا ہو وہ حجت نہیں رابعاً دنیا جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جلد ہی تبدیلیاں آنی شروع ہو گئیں تھیں بخاری شریف ص۷۶ میں امام زہری سے روایت ہے کہ اس نے دمشق میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو روتے ہوتے دیکھا سبب پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ھذہ الصلوٰۃ قد ضیعت یعنی نماز کے بارے میں شکایت کی کہ یہ بھی ضایع کر دی گئی اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگوں نے اس نماز میں بہت کچھ کیا؟ اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ جب خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ہی نماز میں تبدیلی ہونے لگی تھی تو اب صدیوں کے بعد تواتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عملی کا نام لینا کوئی عقلمندی نہیں ہے خاص طور پر حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں کئی ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جن میں زمانہ کے گذرنے کے تبدیلی ہوتی گئی ساتھ ساتھ مالکی مذہب والے رکوع سے پہلے خواہ بعد ہمیشہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں اس پہ عمل رہا ہے یہ بھی ایسے ہی تواتر کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کیا ان کا یہ دعویٰ تسلیم کیا جائیگا؟ ان کو جواب میں یہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ حدیث میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے لہذا یہ عمل اس کے خلاف ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے کا حکم عام ہے ہر کھڑے ہونے والے کے لئے ہے پھر تمہارے عمل کو کیسے مانا جائے۔ بلکہ اس اعتراض سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف عمل دلیل نہیں ہے بلکہ کبھی عمل دلیل کے خلاف بھی ہو سکتا ہے سابقاً فقہاء کے نزدیک دلیلیں چار ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اب تواتر کے مدعی بتائیں کہ اس تواتر کو ان چار دلیلوں میں سے کس میں شمار کروگے؟ قرآن و حدیث تو نہیں کہہ سکتے نہ قیاس کیونکہ اس کے لئے فقہاء کے قول کے مطابق پہلے مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جاتا ہے) کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں ہے۔ نیز اجماع بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہر زمانہ میں وضع پر عمل رہا ہے خاص طرح امام احمد کا قائل ہونا اس اجماع کی دعویٰ کو پاش پاش کر دیتا ہے اب اگر تواتر کے قائل، اجماع کے مدعی ہیں تو اول سے لے کر آخر تک ان لوگوں کے نام گنوائیں جو ارسال کرتے رہے اور سب مجتہدین کے نام گنوانا محال ہے حالانکہ اس طرح اجماع کے مدعی کو امام احمد کذاب کہتے ہیں (الاحکام لابن حزم صفحہ ۲ ج ۵) اور اگر اکثریت مراد لیتے ہیں تو یہ کوئی دلیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ثانیاً اس قسم کا عذر کسی مسئلہ کو رد نہیں کر سکتا بلکہ سلف سے خلف تک کئی لوگ اپنی تحقیق سے مسائل بیان کرتے تھے مثلاً امام بن حزم الاحکام ص۱۴۲ میں فرماتے ہیں وقد ذکر محمد بن جریر الطبری[ف] وجد للشافعی اربع مائتہ مسائل خالف منہا الاجماع وہکذا القول حرفاً حرفاً فی اقوال ابن ابی لیلی وسفیان والاوزاعی وزفر وابی یوسف ومحمد بن الحسن والحسن بن زیاد والشعبی وابن الماجشون والمزنی وابی ثور واحمد واسحق وداؤد ومحمد بن جریر ما منہم احد الا وقد ثبت عنہ اقوال فی الفتیا لا یعلم احد من العلماء قالہا قبل ذلک القائل ممن سمینا واکثر ذلک فیما لا شک فی انشارہ واشتہادہ۔" یعنی امام ابن جریر طبری نے امام شافعی سے چار سو ایسے مسائل نقل کئے ہیں جن میں انہوں نے اجماع کا خلاف کیا ہے۔ اسی طرح بعینہٖ دوسرے ائمہ کے اقوال و مسائل میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ابن ابی لیلی سفیان ثوری، اوزاعی، زفر، ابو یوسف محمد بن الحسن الشیبانی حسن بن زیاد لؤلوی، اشہب ابن الماجشون، مزنی، ابو ثور، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ داؤد اصفہانی، اور محمد بن جریر طبری، ان میں سے ہر ایک سے ایسے فتوے و اقوال منقول ہیں جن کا کوئی دوسرا عالم ان سے قبل قائل معلوم نہیں ہوتا یہ بالکل مشہور و معروف باتیں ہیں۔

ناظرین۔

ایسی ہی حالت میں اگر کوئی عالم اپنی تحقیق سے کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے نکالتا ہے جو پہلے لوگوں کو معلوم نہیں رہا لانکہ یہ حالت اس مسئلہ میں نہیں ہے بہت سے علماء اس مسئلہ پر پہلے بحث کر چکے ہیں) اور اگر اس کو کوئی غلط سمجھتا ہے تو قواعد کے لحاظ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے استنباط کو رد کر دے نہ کہ یہ کہے کہ اس کے خلاف تواتر عملی ہے اور سلف سے خلف تک کوئی اس کا قائل نہیں اس کا نام تحقیق نہیں ہے الحاصل یہ دلیل تو کیا ایک معقول بات بھی نہیں ہے اور چند رسالوں کا نام لینے والے کتابوں کا مطالعہ کریں۔ مصنف نے اپنے کلام کی تائید میں تین علماء کی عبارتیں نقل کی ہیں پہلے نواب وحید الزماں کی عبارت نقل کی ہے جس میں تین باتیں ہیں پہلی یہ کہ "اور یہ محال ہے کہ اس قیام میں وضع مسنون بھی ہو پھر بھی اس کو نقل نہیں کیا گیا ہے۔"

مگر ارسال کا بھی اس طرح نقل نہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کسی صحابی سے نہ کسی تابعی سے کہ اس نے رکوع کے بعد والے قیام میں ارسال کیا ہو بلکہ عموم احادیث سے دونوں بلکہ سب قیاموں میں ہاتھ باندھنے کی نص موجود ہے پھر نواب صاحب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ جب دونوں قیاموں بلکہ سب قیاموں (مثلاً رکوع سے قبل، رکوع سے بعد جنازہ نماز میں قیام، عیدین میں قیام) کا ایک ہی حکم ہے تو پھر الگ کرنے کی کیا ضرورت ہے مجموعی طور پر نقل کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ہاتھ باندھ لیتے تھے بلکہ یہ سوال توہم کر سکتے ہیں کہ حدیث میں صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ پھر اگر سب قیاموں میں ہاتھ باندھے جاتے تھے تو ضرور صحابہ میں کوئی نہ کوئی نقل کرتا حالانکہ وہ روزانہ پانچ نمازیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے پڑھتے تھے جب اس قسم کا نقل نہیں ہے اور مجموعی طور پر حکم ہے کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو ہاتھ باندھتے پس ہم ارسال کرنے والوں پر حجت قائم کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ جب ہر قیام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے اور آپ ایک قیام (بعد الرکوع) کو اس سے نکالتے ہیں اگر یہ صحیح ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پانچ نمازیں پڑھنے والے نقل کرتے جب ایسا نقل نہیں ہے تو یہ تخصیص بھی صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ "بیشک میں نے اپنے اہل حدیث شافعی اور حنبلی اساتذہ کو دیکھا کہ وہ سب کے سب اس قیام میں ہاتھوں کو چھوڑتے تھے اور ان میں سے ایک کو بھی میں نے اس قیام میں ہاتھ باندھتے ہوئے نہیں دیکھا"

نواب صاحب کا کسی چیز کو نہ دیکھنا تو اتم کی دلیل نہیں ہے جناب شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد علامہ ابو اسماعیل قاضی یوسف حسین خانپوری رسالہ اتمام الخشوع ص۳۹ میں فرماتے ہیں "اور باعتبار کتب مذاہب اربعہ بھی یہ مسئلہ ثابت ہے چنانچہ حنابلہ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے اس پر عمل کرتے دیکھا اور ان کتابوں میں تصریح یہ مسئلہ مرقوم ہے کتاب شرح الزاد المستقنع اور شرح المنتهى اور شرح الاقناع میں دیکھو اور شافعیہ میں بھی بتصریح موجود ہے ایک قول میں دیکھو بشری الکریم وغیرہ اور بعض کتب مالکیہ میں بھی اشارہ قریب بتصریح پایا جاتا ہے اور کتب فقہ حنفیہ میں بھی یہ مسئلہ بکثرت موجود ہے پھر مولانا نے فقہ کی عبارتیں ذکر کی ہیں اور فقہ کی بیل توں میں کئی لوگوں کے عمل کا ذکر ہے اور ہم نے بھی کئی لوگوں کو جن میں اہلحدیث حنابلہ اور دیگر مذاہب کے لوگ شامل ہیں سب کو ہاتھ باندھتے وقت دیکھا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ "من عرف الشئی حجة علی من لم یعرفہ" یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے دیکھا ہے اس کی بات نہ دیکھنے والے پر حجت ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ کہتے ہیں کہ "پھر جو شخص اس قیام میں ہاتھوں کو باندھنے کا قائل ہے وہ گویا امت کے اجماع کی مخالفت کرتا ہے اور دین میں احداث کرتا ہے یعنی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے"۔ الجواب: اجماع کا دعوی سراسر غلط ہے کیونکہ چاروں مذاہب کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لوگ ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں اور ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ خود مصنف بھی اجماع کا قائل نہیں مولانا سید اقتدار احمد سہسوانی رسالہ مابعد الرکوع صا میں فرماتے ہیں کہ "یہ مسئلہ کہ بعد الرکوع کیا کرنا چاہیئے؟ اس میں زمانہ ائمہ اربعہ اور فقہاء سے جزوی اختلاف چلا آتا ہے" اور ص۴۳ میں فرماتے ہیں کہ "اور اکثر کا تعامل یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو"۔ پھر ص۵۹ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ جمہور کا مذہب ہے اب ناظرین غور فرمائیں کہ ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعد الرکوع ارسال پر کوئی اجماع کا دعوی درست نہیں ہے اور جمہور بھی کوئی حجت نہیں نہ یہ دلائل شرعیہ میں شمار ہے پس نواب صاحب کی یہ بات خلاف واقع ہے اس کو احداث فی الدین اور بدعت کہنا بھی جرأت ہے کیونکہ کسی روایت میں بعد الرکوع نہ ارسال کا ثبوت ہے نہ وضع کی نفی اور جو مسئلہ عموم سے ثابت ہوا اس کو بغیر کسی معتبر اور واضح دلیل کے بدعت کہنا علماء کے شان کے خلاف ہے حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم رسالہ رفع الیدین اور آمین ص۱۲ میں فرماتے ہیں "اور اگر مقتدی نے فاتحہ امام کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ آگے پیچھے پڑھی تو پھر اس کو الگ آمین کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ ابو زہیر نمیری رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر گذر چکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آمین "مہرہ" ہے گویا دو جگہ آمین ہوگی ایک اپنی فاتحہ پر حدیث ابوزہیر کی بناء پر اور ایک امام کی فاتحہ پر حدیث اذا امن الامام فامنوا کی بناء پر۔ مقتدی کی دو آمین یہاں سے بعض لوگوں کے اس اعتراض کا بھی جواب ہوگیا جو کہا کرتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کی فاتحہ کے درمیان آکر ملے تو وہ اپنی فاتحہ پڑھے یا امام کے ساتھ آمین کہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کام کرے تاکہ دونوں حدیثوں (آمین اور سورت فاتحہ) پر عمل ہو جاتے۔ خیر یہ سوال وجواب تو ضمنی چیز ہے اصل بحث یہ ہے کہ مقتدی کی دو حیثیتیں ہیں پہلی حیثیت میں تو وہ منفرد کی طرح ہے کیونکہ وہ اپنی فاتحہ الگ پڑھتا ہے امام کی فاتحہ پر اکتفا نہیں کرتے اس حیثیت سے اس کی آمین اپنی دعا پر ہوگی اس حیثیت میں اگر مقتدی امام کے آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے دوسری آمین کہے تو یہ آہستہ ہی ہوگی۔

ناظرین

انصاف سے بتائیں کہ یہ قول کہ مقتدی دو بار آمین کہے یہ پہلے کسی نے کہا ہے یا کسی کتاب میں کسی نے لکھا ہے کیا آپ اس کو بھی بدعت کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ (نعوذ باللہ) حافظ صاحب مرحوم نے نئی بدعت نکالی ہے حاشا وکلا زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ حافظ صاحب کی یہ اجتہادی غلطی ہے بشرطیکہ دلیل کے خلاف ہو مگر ہم حافظ صاحب کے اس فیصلہ کو غلط نہیں کہتے بلکہ صحیح مانتے ہیں کیونکہ دلیل کے موافق ہے اگرچہ نص صریح نہیں ہے بلکہ استنباط ہے اور کوئی صحیح اور صریح دلیل اس کے منافی نہیں لیکن آج کل کے مفتی صاحبان ان حالات کو نہیں دیکھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فتویٰ دینے میں جلد بازی کرتے ہیں۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہماری تحقیق کے مطابق تو منصوص ہے لیکن جو لوگ اس کو منصوص نہیں مانتے اور استنباط کہتے ہیں اِن کو بھی بدعت کہنے کا کیا حق ہے؟ جبکہ اِس کی نفی میں کوئی صریح دلیل موجود نہیں الغرض نواب صاحب کی اِس عبارت سے مصنف صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا

دوسرے نمبر میں محدث شیخ ناصر الدین الالبانی کی عبارت نقل کی ہے ہم سوال پوچھتے ہیں کہ محدث موصوف کی شخصیت کو دیکھا گیا ہے یا ان کی تحقیق اور دلائل کو اگر اس کی شخصیت ملحوظ ہے تو پھر اُن کے چند مسائل پیش کیے جاتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ مصنف اور انکے ہمنوا ان مسائل کو مانتے ہیں یا نہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ وہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے قائل نہیں

بلکہ اِس کو منسوخ کہتے ہیں دیکھو ان کی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۳ تا ۹۴ (طبع ششم) اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ البانی صاحب بہت بڑے محقق ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی محقق غلطی نہیں کر سکتا کیا اہلحدیث موصوف کا یہ مسئلہ مانیں گے؟ دوسرا مسئلہ یہ کہ شیخ البانی صاحب رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو صحیح کہتے ہیں جیسا کہ اِن کا مضمون مجلۃ الجامعۃ السلفیہ بنارس مئی جون ۱۹۷۸ء مطابق جمادی الثانی رجب ۱۳۹۸ھ ص۹ تا ۱۷ میں شائع ہوا ہے اب مصنف صاحب محقق محترم کا یہ فیصلہ قبول کریں گے؟ تیسرا مسئلہ یہ کہ شیخ البانی صاحب عورت کے لئے منہ کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے جیسا کہ اِس مسئلہ پر اِن کا مستقل رسالہ بنام حجاب المرأۃ المسلمۃ مشہور ہے اِس طرح اور کئی مسائل ہیں اگر ان کی عبارت اور استدلال مقصود ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ہم اس کا بھی تجزیہ کرتے ہیں ان کے کلام میں دو باتیں ہیں پہلی بات یہ ہے کہ فرماتے ہیں۔ اگر اس قیام میں ہاتھ باندھنے کا اصل (دلیل) ہوتا تو ہماری طرف نقل کیا جاتا اگرچہ ایک ہی طریقہ سے کسی ایک نے بھی یہ کام نہیں کیا اور جہاں تک میں جانتا ہوں حدیث کے ائمہ میں سے کسی ایک نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ جو مسائل عمومیات سے ماخوذ ہیں ان کو بھی علماء منقول جانتے ہیں۔

اور احادیث کے عمومات سے لئے ہوئے احکام میں اُن کی سند بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا اور ایسے کیا ایضاً امام احمد کا اس قیام میں وضع و ارسال دونوں کا اختیار دینا واضح کرتا ہے کہ وضع منقول ہے جیساکہ پہلے بیان ہوا۔ مثلاً دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں ہاتھ باندھنے کے لئے کوئی صریح اور صحیح نص نہیں بلکہ یہ سب عمومات سے ماخوذ ہیں اسی طرح رکعت کا دوسرا سجدہ، سجدہ تلاوت

سجدہ سہو، سجدہ شکر کی کیفیت کے لئے احادیث میں کوئی جدا صریح نص موجود نہیں بلکہ عمومات سے لیا جاتا ہے صلوٰۃ الکسوف کے دوسرے رکوع کی کیفیت کے لئے جدا کوئی نص نہیں کہ ہاتھ کہاں رکھے جائیں اور کیسے رکھے جائیں بیٹھ سیدھی کی جاتے یا ٹیڑھی اس کے لئے بھی کوئی خاص نص نہیں بلکہ عمومات کے تحت ہیں ان سب مسائل کو علماء سنت اور منقول جانتے ہیں اسی طرح اس مسئلہ میں جب عام الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب کھڑے ہوتے تو ہاتھ باندھتے اس عموم میں جس طرح دوسری تیسری اور چوتھی رکعت کا قیام

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز جنازہ کا قیام صلوٰۃ الکسوف کا قیام بعد الرکوع داخل ہیں اسی طرح رکعت کے رکوع کے بعد والا قیام بھی اس میں داخل ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ باقی سب قیاموں کو تو اس میں داخل کیا جائے اور منقول کہا جائے۔ مگر رکوع کے بعد قیام کے لئے کہا جائے کہ منقول نہیں علامہ البانی صاحب نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ "اور مجھے اس بات میں شک نہیں ہے کہ سینہ پر اس قیام میں ہاتھوں کا باندھنا بدعت گمراہی ہے" اب اگر دوسری اور تیسری رکعت میں ہاتھ باندھنے کو بدعت کہا جاتے اور اس کا جو جواب دیا جائے گا وہی ہمارا جواب سمجھیں ثانیاً علامہ حمود بن عبداللہ تویجری جو نجد کے مشہور عالم اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں وہ اپنی کتاب۔

"التنبہات علی رسالۃ الالبانی فی الصلوٰۃ ص۱۹-۱۸ میں البانی صاحب کی اس عبارت کی تردید یوں کرتے ہیں۔ اقول إن الجزم بالتبديع والتضليل فيما ذكره ههنا فيه نظر لما رواه النسائي في اول كتاب الافتتاح من سننه الصغرى عن وائل بن حجر رضي الله عنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان قائما في الصلوة قبض بيمينه على شماله اسناده جيد وقد رواه الدارقطني في سننه من طريق النسائي ولا اعلم لهذا الحديث معارضاً ولا مخصصاً وظاهره يفيد العموم لما قبل الركوع وما بعده لان كلا منهما يسمى قياماً ومن خصص ذلك بما قبل الركوع فعليه الدليل وليس في باقي الروايات من وائل رضي الله عنه ولا في الاحاديث عن غيره ما ينفي وضع اليدين على الصدر او تحت السرة فيما بعد الركوع كما يفعل فيما قبله والله اعلم وقد ذكر ابن مفلح في الفروع والنكت عن الامام احمد رحمة الله تعالى انه قال إن شاء ارسل يديه۔ يعني بعد الرفع من الركوع۔ وان شاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضع یمینہ علی شمالہ قال فی النکت وقطع بہ القاضی فی الجامع لانہ حالۃ قیام فی الصلاۃ فاشبنہ ما قبل الرکوع قال وذکر فی المذہب والتلخیص انہ یرسلہما بعد رفعہ وذکر فی الرعایۃ ان الخلاف ہہنا کحالۃ وضعہما بعد تکبیرۃ الاحرام انتہی۔

ومن المعلوم عند العلماء کافۃ ما کان علیہ الامام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ من مزید التمسک بالآثار والبعد عن البدع والضلالات وقد قال فی ہذہ الروایۃ بالتخییر بین ارسال الیدین فی القیام بعد الرکوع وبین وضع الیمین علی الشمال۔ والقول بالوضع ہو الصواب لعموم حدیث وائل الذی ذکرناہ واللہ اعلم یعنی میں کہتا ہوں کہ اس عمل کو بدعت اور ضلالت کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سنن نسائی میں بہترین سند سے وائل بن حجر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب بھی نماز میں قائم یعنی کھڑے ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے بائیں ہاتھ مبارک کو پکڑ لیتے ہیں اور یہی روایت سنن دارقطنی اور ابن ماجہ میں نسائی کی سند سے مروی ہے اور میرے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو اس حدیث کے معارض یا مخالف ہو یا اس کے لئے مخصص ہو جو کسی ایک قیام کو اس میں سے خاص یا مستثنیٰ کر دے۔ بظاہر یہ حدیث عموم کا فائدہ دیتی ہے یعنی یہ حکم رکوع سے قبل یا اس کے بعد دونوں قیاموں کے لئے عام ہے اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ یہ حکم رکوع سے قبل کے قیام کے لئے ہے تو اس کے لئے دلیل دینا اس کے ذمے ہے وائل کی کسی روایت میں یا کسی اور حدیث میں بعد الرکوع ہاتھ باندھنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نفی نہیں ہے۔ ابن مفلح کتاب الفروع اور النکت میں امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے فرمایا کہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے اسی طرح قاضی نے کتاب الجامع میں اس کا فیصلہ دیا ہے کیونکہ یہ بھی نماز میں قیام کی حالت ہے۔ لہذا قبل الرکوع کے موافق ہے اور المذہب میں لکھا ہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھوں کو نیچے چھوڑ دیا جاتے اور الرعایہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ اختلاف اس طرح ہے جس طرح تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے میں ہے اور یہ جمیع علماء جانتے ہیں کہ امام احمد کس طرح احادیث سے تمسک کرنے والا اور بدعات و گمراہی سے دور رہنے والا تھا ان کو یہ اختیار دینا کہ ہاتھ باندھے جائیں یا چھوڑے جائیں۔ فی الحقیقت ہاتھ باندھنا ہی صحیح قول ہے کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث عام ہے۔

اب اس عبارت کو غور سے پڑھو اور انصاف کرو کہ اس کو بدعت کہنا کہاں تک صحیح ہے۔

اس کے بعد مولانا عبد الحق درحصاری کی عبارت رسالہ ما بعد الرکوع سے نقل کرتے ہیں کہ ،، رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا کسی دلیل اور تعامل سلف و خلف سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس بدعت سے بچنا چاہیئے۔ ،، یہ بھی وہی بات ہے جس کا جواب پہلے گذر چکا ہے ثانیاً ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ عام ہیں اس کو رد کرنے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ اس عموم کی تخصیص کی دلیل پیش کی جاتے اور جو مسئلہ عموم سے ثابت ہو اسکو بدعت کہنا کسی مذہب میں نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً خود مولانا حصاری صاحب نماز کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے یا سننے والے دونوں کو درود پڑھنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ اس کے لئے کوئی صریح نص نہیں پیش کر سکتے بلکہ مسئلہ کا عام دلائل سے استنباط کرتے ہیں کیا اس بناء پر اُن کے اِس عمل کو بدعت یا اختراع کہا جا سکتا ہے ؟ وھوالثالث بلکہ خود مصنف محترم عمومات سے لیئے جانے والے مسئلے کو بدعت کہنا صحیح نہیں سمجھتے۔ چنانچہ خود کسی مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " یہ عجیب معاملہ ہے کہ اس اجتماعی دعا کے متعلق بعض احباب فرماتے ہیں کہ بدعت کے اندیشہ سے کسی بات کا چھوڑ دینا اس کے کرنے سے بہتر ہے اور احوط ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ جب عمومی دلیل موجود ہے اور شارع علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف سے کسی اجتماع کو مستثنیٰ بھی نہیں کیا گیا تو بدعت کیسی اور اس کا اندیشہ کیسا ، کیا عمومات کتاب وسنت دلیل نہیں ہوا کرتے ؟ " (صحیفہ اہلحدیث کراچی)

رابعًا ہم بھی سوال کرتے ہیں کہ ارسال جس کے آپ قائل یا عامل ہیں اس کو آپ عمل جانتے ہیں یا لاعمل اگر عمل ہے تو کس دلیل کی بناء پر آپ اس کو نماز میں داخل کرتے ہیں ، اگر دلیل ہے تو پیش کیجئے ۔ کیونکہ نماز توقیفی ہے کوئی بھی عمل بغیر دلیل کے اس میں داخل نہیں کیا جا سکتا اگر دلیل نہیں ہے تو پھر اس کو بدعت کہنا اولیٰ ہوگا بہ نسبت اس کے جو عموم سے ثابت ہے کیونکہ ارسال نہ عموم سے ثابت ہے نہ خصوص سے اگر آپ ارسال کو عمل ہی نہیں جانتے تو ایسی چیز نماز میں کیسے داخل ہو سکتی ہے مولانا کا یہ فتویٰ خود بدعت ہے کیونکہ سلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیں سب مذاہب والے عمومات سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ جو اُن کے خلاف سمجھتے ان کو غلط اور اُن کے اجتہاد و استنباط کو خطاء ضرور کہتے ہیں مگر کسی نے نہ ایسے فعل کو بدعت کہا نہ اس کے قائل یا عامل کو بدعتی کہا اِس طرح بدعت کی فتویٰ دینا اِسی صدی کی ایجاد ہے۔

ع میرے دل سے گیا پالا ستمگر سے بڑا
بل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

اب ہم ایک عبارت پیش کرتے ہیں پھر اس کے ساتھ اُن نقول کا مقابلہ کریں۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی مایۂ ناز کتاب المحلی صہ ۱۱۲ تا ۱۱۴ ج ۴ میں نماز میں ہاتھ باندھنے کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ " ونستحب ان یضع المصلی یدہ الیمنیٰ علی کوع یدہ الیسریٰ فی الصلوٰۃ فی وقوفہ کلہ فیھا یعنی ہم اس کو مستحب جانتے ہیں کہ نمازی اپنی نماز کی جملہ وقوفات یعنی کھڑے ہونے کی حالتوں میں ہاتھ باندھ لے۔ اس کے بعد امام موصوف دلائل نقل کرتے ہیں جس میں مرفوع احادیث و آثار ہیں پھر فرماتے ہیں۔ " وروینا فعل ذلک عن ابی مجلز وابراہیم النخعی وسعید بن جبیر وعمرو بن میمون ومحمد بن سیرین وایوب السختیانی وحماد بن سلمۃ انہم کانوا یفعلون ذالک وھو قول ابی حنیفۃ والشافعی واحمد وداؤد یعنی اس طرح ہاتھ باندھنا ہم نے ان ذکر کئے ہوئے تابعین اور اتباع سے روایت کیا ہے اسی طرح ائمہ دین ابو حنیفہ، شافعی احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا قول ہے اب ایک طرف تو کہتا ہے کہ نماز کے ہر وقوف اور قیام میں ہاتھ باندھتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ یہی تابعین و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبع تابعین سے مروی ہے اور ائمہ دین کا بھی یہی قول ہے۔ اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس عبارت کے بعد اس کو بدعت کہنے کی کوئی گنجائش باقی ہے؟ حاشا وکلا۔ چھٹی دلیل چند مقدمات پر مبنی ہے۔ (۱) صحیح بخاری کی حدیث "نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھ رہے ہو"۔ ۲۔ اور حدیث صحیح میں یہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد والے قیام میں سیدھا ہو کر اتنا کھڑا رہے کہ مقتدیوں کو یہ خیال گزرتا کہ شاید آپ کو نیچے سجدہ کی طرف جانے کے خیال کا نسیان ہو گیا" ۳۔ اگر کوئی مقتدی آئے تو ہاتھ باندھنے کی صورت میں آخر کس طرح معلوم کرے کہ یہ کونسا قیام ہے آیا یہ پہلا قیام ہے اس لئے اس میں ثنا پڑھے اور سورت فاتحہ بھی پڑھے یا یہ بعد الرکوع والا قیام ہے لہذا اس میں ربنا لک الحمد وغیرہ کہے لیکن وضع کی صورت میں اس کا پتہ قطعاً نہیں چل سکتا"

پہلے مقدمہ کا تو اس کے ساتھ تعلق ہی نہیں کیونکہ کسی صحابی نے یہ حکایت نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام بعد الرکوع میں ہاتھ چھوڑتے تھے لہذا اس حدیث کو صرف گمان وظن پر اس مسئلہ پر چسپاں کرنا صحیح نہیں بلکہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیام کی حالت میں ہاتھ باندھتے تھے پھر اس حدیث (نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھ رہے ہو) کا مصداق ہاتھ باندھنے والے ہوئے نہ کہ کھولنے والے

ع ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

دوسرے مقدمہ سے بھی ظاہر ہے کہ وضع ہو کیونکہ قیام کا طول اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مقتضی ہے اور یقیناً افراکان وقت نماز کے تحت داخل ہے تیسری بات بھی کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ ایسا واقعہ کبھی ہوا ہو صرف ایک مفروضہ پیش کر کے دلیل بنائی گئی ہے چونکہ ایسا اشتباہ منقول نہیں اس لئے محض ظن و تخمینہ ہے ثالثاً یہ اشتباہ کی صورت پیش بھی نہیں آسکتی کیونکہ جب کوئی شخص باہر سے آئے گا تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو نمازیوں کو رکوع سے سر اٹھاتے دیکھ لے گا یا ان کو اس وقت دیکھے گا جب وہ سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو چکے ہوں گے پہلی صورت میں تو کوئی اشتباہ نہیں دوسری صورت میں آنے والا جب مسجد میں داخل ہوگا اور چل کر صف تک پہنچے گا حالانکہ آنے والے کو جلدی چلنے سے منع ہے بلکہ آہستہ و آرام سے آنے والے کا حکم ہے پھر صف میں داخل ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے گا اتنے عرصہ میں تو وہ امام کی سجدہ کے لئے تکبیر سن لے گا۔ پس دونوں صورتوں میں کوئی اشتباہ نہیں کیونکہ پہلی صورت میں تو وہ جماعت کو رکوع سے سیدھے ہوتے ہوئے دیکھ لے گا اور سمجھ جائے گا کہ یہ قیام بعد الرکوع ہے اور دوسری صورت میں اگر اس نے سب نمازیوں کو بالکل سیدھا دیکھا ہے اور کسی کو سر اوپر کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو پھر اس وقفہ کے اندر معلوم کر لے گا کہ یہ دوسرا قیام ہے اگر وہ قیام بعد الرکوع ہوگا پس اس قسم کے مفروض اور مظنون شبہات سے حدیث کی صریح الفاظ جو عموم پر دلالت کرتے ہیں ان سے اس قیام کو مستثنیٰ کرنا یا اس کے حکم سے باہر نکالنا صحیح نہیں ثالثاً جن نمازوں میں قراءت جہری کی جاتی ہے ان میں تو کوئی شبہ نہیں رہیگا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز جب سنت کے مطابق ربنا لک الحمد الی آخرہ جہر سے پڑھیگا جائیگا تو قطعًا کوئی اشتباہ نہیں رہے گا بلکہ آنے والا جان لے گا کہ یہ قیام بعد الرکوع ہے رابعًا بلکہ اگر اشتباہ کا ممکن ہونا تسلیم کیا جائے گا تو بھی احتیاط اس میں رہے گا کہ ہاتھ باندھے جائیں کیونکہ ایسی صورت میں انسان تحقیق کا مامور ہے اور بوقت اشتباہ غالب گمان پر چلنا ہے پس اگر آنے والا جو کہ اس مسئلہ میں مصنف محترم کا ہم خیال ہے وہ یہ گمان کرے گا کہ یہ قیام بعد الرکوع میں کھڑے ہیں تو ارسال ہی کرے گا اور فی الواقع وہ قیام قبل الرکوع ہو تو اس کا یہ عمل مصنف کے نزدیک بھی غلط ہوگا اور اگر یہ گمان کیا کہ وہ قبل الرکوع قیام میں ہیں اور ہاتھ باندھ لیتا ہے لیکن فی الواقع وہ رکوع کے بعد والا قیام ہو تو وہی لازم آئے گا۔ جس کو مصنف محترم غلط جانتا ہے اس لئے احتیاط وضع میں ہی ہے تاکہ جس قیام میں مصنف محترم وضع کو سنت مانتا ہے اس میں خلاف سنت عمل لازم نہ آتے اور بعد الرکوع کے قیام میں اگرچہ مصنف ہمارے دلائل کو صریح دلیل نہیں مانتا تو بھی اس کو ناجائز کہنے کے لئے کوئی نص نہیں پس اس صورت میں اگر بالفرض ایسا اشتباہ ہے تو بھی وضع ہی کرنا ہوگا الغرض ایسا اشتباہ نہ ہوا ہے نہ ہونے کا امکان ہے مصنف کو چاہیئے کہ ایسی چند مثالیں پیش کریں ایسے فرضی مسائل بنا کر پیش کرنا فقہ والوں کا انداز ہے مگر سلف صالحین ایسے مفروضات سے سخت متنفر تھے چنانچہ سنن دارمی ص ۴۷ 12 میں سلف سے آثار منقول ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایسی بات کے متعلق نہ پوچھا کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو واقع نہ ہوتی ہو فانی سمعیت عمر بن الخطاب یلعن من سأل عمالم یکن یعنی میں نے امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ ایسے مسائل پر لعنت کرتے تھے جو ایسا سوال کرے جو کبھی واقع نہ ہوا ہو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پہلے اس سے پوچھتے کہ واقعی ایسا ہوا بھی ہے؟ اگر یہاں کہتا تو اس کو مسئلہ بتاتا تھا اگر کہتا نہیں تو فرماتے فذروہ حتی یکون یعنی اس مسئلہ کا پوچھنا چھوڑ دو جب تک یہ واقعہ پیش نہ آئے اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے نیز اسی طرح امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب کی کتاب العلم (مجموعہ رسائل اربعہ ص۱۲۷) میں ابی بن کعب سے بھی مروی ہے پس ایسی فرضی باتوں کو پیش کر کے مسئلہ ثابت نہیں کیا جا سکتا اب مصنف کی اس عبارت کی حقیقت کھل گئی جو کہتے ہیں کہ "اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مابعد الرکوع والے قیام میں بھی وضع کے عامل ہوتے تو آپ کے عہد مبارک میں بھی یہ مشکل ضرور پیش آتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس کے حل کے لئے ضرور بارگاہ رسالت کی طرف رجوع فرماتے لیکن جب ایسی کوئی مشکل پیش ہی نہیں آئی اور نہ ہی اس کا حل منقول ہوا ہو تو لامحالہ یہی اس کا منطقی نتیجہ ہوگا کہ ان دونوں قیاموں میں وضع وارسال کا فرق تھا اس لئے یہ اشکال پیش ہی نہیں آیا۔" جب یہ فرضی صورت ہے تو پھر اس کا منطقی نتیجہ نکالنا خود ایک غیر ضروری بات ہوئی۔

ساتویں دلیل یوں ذکر کرتے ہیں کہ "ان دونوں قیاموں کے احکام میں فرق ہے مثلاً پہلے قیام میں قراءۃ فرض ہے اور سورت فاتحہ لازمی طور پر پڑھنی ہے لیکن بعد الرکوع والے قیام میں قراءۃ نہیں ہے بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وغیرہ پڑھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح پہلے قیام میں سورت فاتحہ پڑھنے سے مقتدی رکعت کو پائیگا لیکن مابعد الرکوع والے قیام میں سورت فاتحہ پڑھنی ہی نہیں ہے اور اگر کسی نے پڑھ لیا تو وہ رکعت کو پا لینے والا نہ ہو اس قسم کے احکام میں امتیاز کی وجہ سے یہ بھی راجح اور اولی قوی اور حق ہے کہ ان دونوں قیاموں کی ہیئتوں میں بھی امتیاز ہونا چاہیئے۔"

مگر ہر ایک جانتا ہے کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ہماری دلیل ہے جو ان دونوں قیاموں میں فرق تھا وہ تبلا دیا یعنی رکوع سے قبل والے قیام میں دعا ہے اگر ہاتھ باندھنے یا کھولنے کا فرق ہوتا تو ضرور راوی بیان کرتا جیسا کہ قرأت اور دعا کا فرق تبلایا پس ثابت ہوا کہ دونوں قیاموں میں ہاتھوں کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں تھا اس لئے راوی نے بیان نہیں کیا۔ اپنی طرف سے ایسا امتیاز یا فرق کرنے کا کسی کو حق نہیں

ناظرین!

یہ تھے ہاتھ کھولنے والوں کے دلائل جن کی حقیقت ظاہر کر دی گئی اب پڑھنے والے انصاف کریں کہ جب ایک طرف عام دلائل ہیں اور صریح طور پر تبلاتے ہیں کہ نماز میں جب بھی انسان کھڑا ہوتا ہے تو ہاتھ باندھ لے تو دوسری طرف کوئی ایسی واضح دلیل ہو جس سے ثابت ہو کر رکوع کے بعد والا قیام اس میں داخل نہیں بلکہ وہ اس حکم سے خارج اور مستثنیٰ ہے ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے نہ کوئی ایسی روایت ہے بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہنا کہ یہ دوسرا قیام اس سے جدا ہے صرف اتنا قدر کافی نہیں ہے اور اسی کا نام تعصب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ محض اپنی پسند یا لوگوں کے عمل کو دیکھ کر فیصلہ دیا جائے اور حدیث کے عام حکم سے کسی ایک قیام کو خاص کیا جائے۔

سہ میرے کردل کو دیکھ میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!

اس کے بعد مصنف محترم ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل میں سے دو دلیل ذکر کر کے جواب دیتے ہیں ہم ان کے کلام کو ذکر کر کے حقیقت ظاہر کر دیتے ہیں پہلی دلیل اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ "حضرت علقمہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب بھی آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے، اور خود اس کا خلاصہ اور ماحصل یہ بیان کرتے ہیں کہ "حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے یعنی قیام میں ہوتے تو اپنے ہاتھ باندھتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں کیونکہ مابعد الرکوع والا رکن بھی قیام ہی ہے اور اس کو بھی کھڑا ہونا کہا جاتا ہے نہ کہ بیٹھنا نہ سونا جب یہ ثابت ہوا کہ وہ کھڑا ہونا یعنی قیام ہے تو صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمایا کہ جب بھی کھڑے ہوتے تو وضع کرتے لہذا مابعد الرکوع والے قیام کو بھی شامل ہوگا لہذا اس میں بھی وضع ہونا چاہیئے ملزارسال"

ناظرین۔
غور فرمائیں کہ اس عبارت میں کتنی وضاحت ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی دیکھا گیا کہ آپ جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تو ہاتھ باندھ لیتے۔ دوم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قیام میں ہاتھ باندھنے چاہیں سوم مابعد والا رکن بھی قیام ہی ہے اور اسکو بھی کھڑا ہونا۔ کہا جاتا ہے نہ کہ بیٹھنا اور سونا۔

اب انصاف کریں کہ باقی کیا رہ جاتا ہے مصنف محترم پر لازم تھا کہ ان مقدمات کو غلط ثابت کرتا یعنی یہ ثابت کرتا کہ رکوع کے بعد کھڑا ہونا قیام نہیں ہے یا یہ ثابت کرتا کہ رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ باندھنے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اور طریقہ مروی ہے مگر دونوں کاموں میں سے ایک بھی نہیں کیا۔

ے کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

بحرحال جو کچھ مصنف محترم نے لکھا ہے ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ "اس قیام سے مراد صرف قیام اول مراد ہے جس میں قراءت کی جاتی ہے نہ کہ مابعد والا قیام" اب ناظرین کرام اللہ کے واسطے انصاف کریں کیا یہ الفاظ حدیث میں ہیں؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام میں ہاتھ باندھتے تھے جس میں قرارت تھی؟ بلکہ یہ اپنی طرف سے قید بڑھائی گئی ہے حدیث میں تو یہ الفاظ ہیں "جب بھی آپ نماز میں کھڑے ہوتے تھے۔" جیسا کہ خود مصنف صاحب نے نقل کیا ہے اور پھر معنی یہ کرتے ہیں کہ "جب قراءت کے لئے نماز میں کھڑے ہوتے تھے" اب غور کریں کہ یہ الفاظ "قرارت کے لئے" حدیث میں ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اپنی طرف سے بڑھائے گئے ہیں اور ہر ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑے علم والا جانتا ہے کہ یہ محض تاویل ہے اور اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے ہیں کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں بنتا تھا ورنہ حدیث کے الفاظ بالکل واضح تھے اور حجت قائم تھی جس کا مصنف کو بھی اعتراف ہے مگر اس تاویل کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اب کوشش کر کے ہاتھ کھولنے والوں کو ایسی حدیث تلاش کر لینی چاہیئے جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ چھوڑ دیتے تھے پھر یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس حدیث سے مراد صرف قیام اول قبل الرکوع مراد ہے اور دوسرا قیام بعد الرکوع اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ اور خارج ہے جب یہ بات نہیں ملتی تو پھر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس حدیث میں حکم عام ہے اور سب قیاموں کو شامل ہے بعد الرکوع کھڑا ہونا بھی قیام ہے اور نماز کے اندر ہے لہذا اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

مگر چونکہ انصاف کے لئے توفیق دینا صرف اللہ کا کام ہے اب جو کچھ مصنف نے اس تاویل کے لئے دلائل ذکر کئے ہیں ان کا بھی حال دیکھیں پہلی دلیل کو تین فقروں میں بیان کرتے ہیں۔

(الف) صحابہ میں پہلا قیام مشہور تھا اور اس کے لئے بخاری کی روایت یوں نقل کرتے ہیں "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں اطمینان کے ساتھ ارکان الصلوٰۃ کو ادا کرنے کا بیان ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ماخلا القیام والقعود یعنی قیام اور بیٹھنے کے سوا اور سب ارکان قریباً برابر برابر ہوتے تھے" میں کہتا ہوں کہ بخاری شریف ص۱۰۹ ج۱ میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ کان رکوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسجود ؓ ؓبین السجدتین واذا رفع من الرکوع ماخلا القیام والقعود قریباً من السواء یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان میں بیٹھنا اور رکوع سے کھڑا ہونا یہ حالتیں قیام اور قعود کے علاوہ سب برابر تھیں اب یہاں رکوع کے بعد کھڑے ہونے کا ذکر الگ موجود ہے اس لئے قیام سے مراد قیام قبل الرکوع ہوگا لیکن اس حدیث اذا کان قائماً فی الصلوٰۃ قبض بیمینہ علی شمالہ میں قیام بعد الرکوع کا ذکر کہاں ہے جو یہاں بھی قیام سے مراد قیام قبل الرکوع مراد لیا جاتے اور یہ بھی غلط ہوا کہ صحابہ کے ہاں مطلق قیام سے مراد قیام اول قبل الرکوع والا تھا یہ دعویٰ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس میں قیام قبل الرکوع کا ذکر جدا موجود ہے اس لئے ہر ایک جانتا ہے کہ یہاں القیام سے کونسا قیام مراد ہے لہذا یہاں ایسی قید لگانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ یہ وہ قیام تھا جو قبل الرکوع ہے یا وہ قیام جس میں قراءت اسی طرح جزء القراءۃ سے الفاظ یوں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکعت کے ادراک کے لئے تمہید ضروری ہے کہ امام کو کھڑے ہونے کی حالت میں (قیام میں) پالو) یہاں بھی واضح ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ فاتحہ کے بغیر کوئی رکعت نہیں اس لئے یہاں پہلا قیام مراد ہے کیونکہ قراءت اسی میں ہے۔ ثانیاً جزء القراءۃ صفحہ ۳۸ (المطبعۃ العربیہ لاہور پاکستان) میں مصنف کی نقل کردہ روایت کے ساتھ متصل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے کہ یقول لایجزئک الا ان تدرک الامام قبل ان یرکع یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تمہیں رکعت میں پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ امام کو رکوع کرنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ اس روایت نے وضاحت کردی کہ قیام اول ہے پھر ص۹۵ میں اس طرح ہے عن ابی ہریرہ قال اذا ادرکت الامام رکوعا لم تعتد تبلك الرکعۃ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم جماعت کو رکوع کی حالت میں پہنچے تو اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا اس روایت سے بھی واضح ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے مراد قیام قبل الرکوع ہے کیونکہ جب رکوع میں پہنچنے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکعت شمار نہیں کرتا تو کوئی عقلمند آدمی ایسا گمان نہیں کرے گا ہمیں یقین ہے کہ مصنف محترم نے یہ دونوں روائیتیں دیکھی ہوں گی مگر نہ معلوم اِن کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں کی الحاصل یہ وجہ بھی کاوگر نہیں پھر فرماتے ہیں ”لیکن ایسا کوئی دلیل ہاتھوں کے باندھنے والوں نے پیش نہیں فرمایا ۔ جس میں اس طرح قیام کو یا قائما کو مطلق چھوڑا گیا ہو اور اسی سے مراد دوسرا قیام یعنی ما بعد الرکوع والا قیام لیا ہو۔ جس طرح پہلے قیام پر اس لفظ کا اطلاق اور اس معنی میں اس کا استعمال مروج اور معروف تھا“ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جہاں بھی قیام سے مراد قبل الرکوع ہے وہاں کوئی قرینہ ہے جیسے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث میں ہے اور جہاں بعد الرکوع مراد ہے تو وہاں بھی کوئی قرینہ ہے جیسا کہ بخاری شریف ص۱۰۹ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ ثم یقول وہو قائم ربنا ولك الحمد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنی پیٹھ مبارک اٹھاتے تھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب کھڑے ہوتے تو ربنا ولك الحمد کہتے اس میں قرینہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے کہ یہاں قیام بعد الرکوع مراد ہے اور جہاں کوئی قرینہ موجود نہیں وہاں عام مراد ہوگی سب قیام اس میں داخل ہوں گے اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی ایسی روایت پیش کی جائے جس میں کوئی بھی قرینہ موجود نہ ہو پھر بھی اس سے قیام قبل الرکوع مراد ہو پھر کوئی بات بنتی اس کے بغیر عام کو خاص کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں خود مصنف محترم بلاوجہ ایسی تخصیص کے قائل نہیں ہیں چنانچہ خود ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ "ایسے ہی اپنے خیال سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان عمومات کو محض اپنے کسی خیال یا اندیشہ کی وجہ سے مخصوص کر دے اگر یہ طریقہ چل نکلا تو پھر بے دین لوگ بہت سی عام باتوں کو مخصوص (کسی خاص آدمی کے ساتھ یا کسی مخصوص عمل و موقع کے ساتھ) کریں گے اور اس کا نتیجہ کیا نکلے گا. وہ بخوبی جانتے ہیں (صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم شعبان ۱۳۹۹ھ ص۱۱

مصنف اس کی تائید میں ایک مثال لکھتے ہیں کہ "دابۃ کا لفظ ہر اس چیز یا جانور پر بولا جاتا ہے جو زمین پر چلتا ہے لیکن عرف میں یہ عموماً سواری والے جانور پر اطلاق کیا جاتا ہے" مگر یہ بات یہاں مفید نہیں کیونکہ ایسا عرف قیام کے بابت ثابت نہیں. پہلے یہاں عرف ثابت کر کے پھر ایسی مثالیں پیش کی جائیں جب تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "قیام اصل لغت کے لحاظ سے تو عام ہے اور قبل الرکوع و ما بعد الرکوع دونوں قیاموں کو شامل ہے" میں کہتا ہوں جب لغت میں دونوں قیاموں کو شامل ہے تو پھر اس حکم کو قیام اوّل سے خاص کرنے کے لئے صریح دلیل چاہئے لیکن صرف عرف کا نام لے کر اس کو خاص کرنا صحیح نہیں اور جس روایت پر یہ بنیاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھی گئی تھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ صحابہ اور تابعین کے ہاں عرف میں مطلق قیام سے صرف قیام قبل الرکوع مراد لیا جاتا تھا بلکہ اس حدیث میں ایسا واضح قرینہ ہے کہ اس سے مراد قیام اوّل ہی ہے اگر انسان تعصب سے خالی ہے تو اس کے لئے یہ بات واضح ہو چکی ہے کسی طرح ابہام نہیں رہی۔

اس کے بعد دوسرے فقرہ (ب) میں فرماتے ہیں۔

"حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی یہ زیر بحث حدیث مجمل اور مختصر ہے اور جو مفصل حدیث علقمہ کے واسطے سے حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اس میں صاف بیان ہے کہ یہ وضع یا قبض قیام اول میں ہی ہے اور اس مفصل حدیث میں اس اول قیام میں وضع کا ذکر تو فرمایا لیکن قیام بعد الرکوع میں صرف رفع الیدین کا تو ذکر کیا اور وضع کا بالکل نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ اس مختصر و مجمل حدیث میں بھی صحابی محترم رضی اللہ عنہ کی مراد قیام سے پہلے قیام کی ہی حالت ہے ورنہ اگر اس سے دونوں قیام ہوتے تو مفصل حدیث میں بھی ما بعد الرکوع والے قیام کے لئے بھی رفع الیدین کے بعد ہاتھوں کو باندھنے کا صراحت کے ساتھ ذکر فرماتے صرف قیام اول پر اکتفا نہ فرماتے جب صحابی رضی اللہ عنہ جو اس زیر بحث حدیث کا راوی ہے وہی اس سے قیام اول مراد لیتا ہے اس لئے مفصل حدیث میں ما بعد الرکوع والے قیام کا ذکر نہیں کرتا تو پھر ہمیں کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اس کو عموم پر رکھ کر دونوں قیاموں کو اس میں شامل کر دیں؟"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماظریت

اس مضمون کے اندر اہم دو باتیں ہیں پہلی یہ ہے کہ نسائی والی حدیث
یعنی اذا کان قائما مسلم والی حدیث سے مختصر ہے اور مسلم والی حدیث
عموم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کلمہ اذا عموم کے لئے ہوتا ہے امام زرکشی
البرہان فی علوم القرآن ص ۲۰۳ / ۴ میں ذکر کرتے ہیں
والصحیح ان المراد بھا العموم کسائر اسماء الشرط یعنی صحیح بات یہ ہے
کہ باقی اسماء شرط کی طرح اذا بھی عموم کی معنی کے لئے ہے نور الانور
ص ۱۱۴ میں ہے اذا ومتی یدلان علی عموم الزمان وکلیۃ یعنی کلمہ اذا و متی
عموم اور کلیت پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح حافظ ابن عبد البر
جامع بیان العلم و فضلہ ص ۶۴ / ۲ میں ایک خاص باب کے تحت ثابت
کرتے ہیں کہ کلمہ اذا عموم کے لئے ہے نیز حدیث میں بھی کلمہ اذا "عموم
کے لئے استعمال کیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ابو سعید بن المعلی
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کنت اصلی فی المسجد فدعانی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فلم اجبہ ثم اتیتہ فقلت یارسول اللہ انی کنت اصلی قال
الم یقل اللہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم الحدیث (المشکوۃ ص ۱۸۴)
یعنی میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے بلایا لیکن میں نے جواب نہیں دیا پھر بعد میں آپ کی خدمت
میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حکم نہیں فرمایا ہے؛
استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم (الانفال ع ۳ پ ۹) یعنی اللہ تعالیٰ
کو جواب دو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جواب دو جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تم کو پکاریں. اب اِس آیت میں نماز کا ذکر نہیں اور یہ بھی نہیں کہ نماز میں بلائیں تو بھی جواب دو بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ اذا دعاکم یعنی جب بھی آپ کو بلائیں اِسی طرح یہاں بھی حکم ہے کہ اذا کان قائمًا فی الصلوٰۃ یعنی جب بھی نماز کے اندر کھڑے ہوتے تھے پس رکوع سے قبل ہو یا بعد رکعت پہلی ہو یا دوسری تیسری نماز فرضی ہو یا نفلی، عام نماز ہو یا جنازہ جب بھی کھڑا ہو گا سُنت ہاتھ باندھا ہو گا کیونکہ اذا عموم کے لئے ہے نیز ہمیشہ علماء اذا کو عموم پر محمول کرتے آئے ہیں جب تک کوئی تخصیص کی دلیل وارد نہ ہو چنانچہ فتاوی ثنائیہ صلا ۲۸ میں استاذ علامہ ابو سعید شرف الدین صاحب دہلوی فرماتے ہیں " اور اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعت فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ انتھی بلفظ اذا محاورہ شرع میں عموم کے لئے ہے موجبہ کلیہ ہے ہر نماز کو شامل ہے لہذا اِس میں مغرب بھی داخل ہے " اِسی طرح یہاں بھی اذا کان قائمًا ہر قیام کو شامل ہے. خواہ رکوع کے پہلے ہو یا بعد میں نیز اسی ہی صفحہ پر مولانا عبدالرزاق صاحب صادق پوری کی عبارت ہے کہ " فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئت فصل مع الناس وان کنت قد صلیت اگر تم نماز پڑھ چکے ہو تو جماعت کے ساتھ مل کر دوبارہ پڑھ لو اِس حکم کی تخصیص نیت کی ہیرا پھیری ہے یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادتی ہے جو کسی امتی کے لئے جائز نہیں " اسی طرح عام محدثین اور شوافع مکروہ اوقات میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنے کے قائل ہیں ان کی دلیل وہی بخاری کی مشہور حدیث ہے " اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (بخاری وغیرہ) یعنی جب بھی تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔ علماء اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو عموم پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری صفحہ ۲۸۲ اور نیل الاوطار صفحہ ۲۰۳
وغیرہ میں ہے پس جب نسائی کی حدیث میں عموم ہے تو وہ مسلم والی
حدیث کے لئے مفصل ہوگی اور یہ حدیث کیسے اس سے مختصر ہوگی۔ بلکہ
مسلم والی حدیث میں بقول مصنف محترم صرف پہلے قیام میں ہاتھ باندھنے
کا ذکر ہے تو یہ نسائی والی حدیث اس کو متضمن ہے اور اس سے عام
ہے پس دونوں حدیثیں اپنی جگہ اپنا حکم بیان کرتی ہیں دوسری بات مصنف
کی عبارت میں ہی ہے کہ مسلم کی روایت میں دوسرے قیام میں ہاتھ باندھنے
کا ذکر نہیں لیکن کیا ہاتھ کھولنے کا ذکر بھی ہے! ہرگز نہیں پس کیا کیا جائے؟
پس یہ نسائی والی حدیث کا عموم اس مشکل کو حل کر دیتا ہے اور مسلم کی حدیث
دوسرے قیام میں ہاتھوں کے حکم سے ساکت اور خاموش ہے اور نسائی
کی حدیث بوجہ عموم دونوں قیاموں کے لئے ناطق ہے ثالثاً ہم بھی کہہ
سکتے ہیں کہ جب دونوں قیاموں میں ہاتھوں کا حکم ایک ہے اس لئے
صحابی نے صرف ایک قیام کی حالت ذکر کرنے پر اکتفا کیا اگر فرق ہوتا تو
دونوں کی حالت بیان کرتے رابعاً اگر مصنف کا قول تسلیم کیا جائے کہ نسائی
کی روایت مفصل ہے پھر بھی کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ مختصر میں عام لفظ بول
کر راوی نے دونوں قیاموں کے لئے ہاتھوں کا حکم بتلا دیا اور مفصل حدیث
میں صرف پہلے قیام کا ذکر کیا اس لئے کہ دونوں کی ہیئت میں کوئی فرق نہیں تھا
پس بات وہی ہے خامساً اگر بالفرض مسلم کی حدیث میں صرف پہلے قیام
کا ذکر ہے اور دوسرے قیام کے بارے میں کوئی اشارہ تک نہیں پھر بھی
مصنف کا اس سے کام نہیں بنے گا کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس
میں بعد الرکوع صرف رفع الیدین کا ذکر ہے اور ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بتایئے کہ کیا کیا جائے؟ کوئی نص پیش کریں کوئی دلیل لائیں جس میں یہ بیان ہو کہ رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع الیدین کر کے ہاتھ اوپر ہی رکھے یا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر باندھے یا نیچے چھوڑ دے یا کچھ اور کرے جس کو بھی پسند کریں اس کو حدیث سے ثابت کریں۔ صرف یہ کہنا کہ اس مسلم کی حدیث میں قیام بعد الرکوع میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں اس لئے ہاتھ نیچے چھوڑ دینے چاہئیں یہ کیسا انصاف ہے کہ بقول آپ کے ہاتھ باندھنے کا ثبوت نہ ملنا ہاتھ چھوڑنے کے ثبوت کو مستلزم ہے! یہ استلزام خود دلیل کا محتاج ہے اس لئے نسائی کی حدیث عام حکم بتا کر مسئلہ کو واضح کر دیتی ہے اگر اس عموم کو نہیں مانتے ہیں تو بھی مسلم کی حدیث سے آپ کو استدلال کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس حدیث میں دوسرے قیام میں ہاتھ کھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر اس روایت کو صحابی کا فہم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نہیں ہیں یعنی یہ نہیں کہ .... جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو ہاتھ باندھتا ہوں" پھر فرماتے ہیں کہ " بلکہ آپ کا فعل مبارک جو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کو اپنے الفاظ میں نقل فرمایا لہذا اگر اس گراں قدر صحابی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے قیام (مابعد الرکوع والے قیام) میں بھی وضع کرتے دیکھا تھا تو مفصل حدیث میں بھی لازمی طور پر اس کو ذکر کرتا" میں کہتا ہوں کیا معاذ اللہ صحابی رضی اللہ عنہ نے غلط بیانی کی؟ بلکہ اس نے جو دیکھا وہ بیان کیا یعنی جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو ہاتھ باندھتے رہا یہ کہ بقول مصنف کے مفصل حدیث یعنی مسلم والی حدیث میں قیام بعد الرکوع میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ یہ اِس لئے کہ دونوں قیاموں کی ہیئتوں میں فرق نہیں تھا اِس لئے پہلے قیام کی ہیئت ذکر کرنے پر اکتفا کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نماز میں صحابہ صرف پہلے سجدہ کی حالت بیان کرتے ہیں اور دوسرے کی نہیں حالانکہ ہر رکعت میں دو سجدے ہیں اب اگر کوئی شخص کہے کہ دوسرے سجدہ کی یہ کیفیت نہیں کیونکہ راوی نے صرف پہلے سجدہ کی ہیئت بیان کی دوسرے کی نہیں تو کیا اس کا یہ کہنا تسلیم کیا جائیگا؟ نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ دونوں سجدوں کی ہیئتوں میں فرق نہیں اس لئے صرف ایک کو ذکر کرنا کافی سمجھا اسی طرح مسلم کی حدیث میں صرف ایک قیام کے لئے ہاتھوں کی حالت بیان کرنے کو کافی سمجھا اس لئے کہ دونوں قیاموں کی حالتوں میں کوئی فرق نہیں اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں صرف عام حکم وارد ہے کہ اذا سجد....الخ یعنی جب بھی سجدہ کرتے.... تو یہ الفاظ سب سجدوں کو شامل ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اذا کان قائما سب قیاموں (کھڑے ہونے کی حالتوں) کو شامل ہے اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں آیا ہے کہ امرت ان اسجد علی سبعۃ. یعنی مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے یہ حکم عام ہے سب سجدے اس میں داخل ہیں پہلا سجدہ خواہ دوسرا، سجدہ سہو

خواہ تلاوت خواہ سجدہ شکر وغیرہ سب کو شامل ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ "امرنا ان نؤخر سحورنا ونعجل فطورنا وان نمسك ایماننا علی شمائلنا فی صلاتنا (موارد الظمآن ۲۲۳) یعنی ہم نبیوں کو حکم ہے کہ ہم سحری دیر سے کھائیں اور افطار جلدی کریں اور اپنی نمازوں میں دائیں ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر رکھیں اب یہاں بھی پوری عمر کی سحری اور افطار ہی مراد ہے اور ہاتھ باندھنا پوری نماز سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں مگر سجدہ رکوع اور جلسہ کی کیفیتیں الگ مذکور ہیں۔ اِن دونوں قیاموں کی الگ ہیئت مذکور نہیں۔ جو دوسرے قیام میں وضع کے قائل نہیں ہیں وہ اس کی الگ ہیئت ثابت کریں لیں جیسے سجدہ کا حکم عام ہے اِس کی طرح ہاتھ باندھنے کا حکم بھی عام ہے یہ عجیب ہے کہ ہر جگہ عموم سے استدلال کیا جائے اور اِس مسئلہ میں استدلال کرنے والوں پر اعتراض کیا جاتا ہے اور اِن حدیثوں میں وائل رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اِس نے وضع کے حکم کو پہلے قیام کے لئے خاص سمجھا ہے یہ محض تخمینہ ہے کوئی دلیل یا حجت نہیں ہے اور اِس نے جو اپنا مشاہدہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تو ہاتھ باندھتے پھر یہ کہنا کہ جب وضع ثابت نہیں لہٰذا اصلی حالت ارسال ہے اِس پر عمل رہے گا یہ جب ہو کہ کوئی حکم وارد نہ ہو حالانکہ یہاں اِس طرح نہیں ہے اور عموم سے جو حکم ثابت ہو وہ بھی حکم ہے اور حکم کے ہوتے ہوئے اصلی حالت والی بات نہیں چل سکتی عام حکم کے لئے ایسے دلیل کی ضرورت ہے جو اسکو خاص کر سکے یا اِس سے کسی ایک فرد کو مستثنیٰ کر سکے مگر محض اِس قسم کی منطقی باتوں سے شرعی احکام کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں دوسرے قیام میں بقول مصنف کے وضع کا ذکر نہ کرنا صرف اِس لئے ہے کہ دونوں کی ہیئتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

تیسرے فقرہ میں کہتے ہیں کہ " امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس حدیث ۔بن قائما " کے لفظ کو صرف پہلے قیام کے لئے ہی سمجھا ہے دوسرے قیام کو اِس میں شامل نہیں سمجھا۔ اِس لئے اپنی سنن میں زیر بحث

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو باب صفۃ الصلوٰۃ میں صرف پہلے قیام کی ہیئت بیان کرنے کے لئے لائے ہیں۔"

یہ عذر بالکل بیکار ہے۔ اولاً امام نسائی نے باب بھی مطلق رکھا ہے فرماتے ہیں کہ "باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ۔ اب یہ فی الصلوٰۃ کی قید صاف بتلاتی ہے کہ وہ اس سے کوئی خاص قیام مراد نہیں لیتے بلکہ ساری نماز کے قیام مراد لیتے ہیں۔ ثانیاً یہ سوال سجدہ کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ امام نسائی نے پہلے سجدہ کا ذکر کیا ہے تو اس کی کیفیت بیان کرنے کے لئے چالیس سے اوپر ابواب ذکر فرماتے ہیں لیکن جب دوسرے سجدہ کا ذکر کیا تو صرف ایک باب یعنی باب التکبیر للسجود" ذکر کیا اب اگر کوئی مصنف کی تقلید کر کے کہدے کہ امام نسائی نے یہ احکام صرف پہلے سجدہ کے لئے سمجھتے ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا؟ نہیں۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جب دونوں سجدوں کی کیفیت ایک ہے۔ اس لئے ایک ہی کے ذکر پر اکتفا کیا اسی طرح قیام کے مسئلے کو سمجھیں ثالثاً امام نسائی نے صلوٰۃ الکسوف کے کئی طریقے بیان کئے ہیں مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع پھر تین پھر چار مگر کسی رکوع کی کیفیت بیان نہیں کی۔ اب اگر کوئی کہے کہ صلوٰۃ الکسوف میں رکوع کرنے میں کوئی کیفیت نہیں اس لئے جو چاہے جس طرح رکوع کرے تو اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ جب جملہ رکوع کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں اس لئے محدثین نے ان کے لئے الگ ابواب نہیں رکھے بلکہ ایک دفعہ رکوع کی کیفیت بیان کر دی۔ جتنے بھی رکوع ہیں۔ سب کی کیفیت وہی ہوگی اسی طرح محدثین کے ابواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ میں عموم پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ نسائی کا باب ذکر کیا گیا اسی طرح امام بخاری بھی یوں ہی باب رکھتے ہیں کہ " باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ " یعنی پوری نماز کے اندر قیام کی حالت میں لیکن اگر بقول مصنف یہ تسلیم کیا جائے کہ انہوں نے صرف قیام اول ہی سمجھا ہے تو بھی اِس لئے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں اِس لئے ایک کے ذکر کرنے کو کافی سمجھا۔

دوسری دلیل میں فرماتے ہیں کہ " یہ حدیث اگر اپنے عموم پر رکھی جائے تو یہ صحیح بخاری کی حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ والی یعنی دلائل ارسال میں مذکور حدیث کے معارض ہوگی کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ والی حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رکوع کے بعد والے قیام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارسال کرتے تھے "

لیکن وہاں قارئین کرام نے دیکھ لیا کہ اِس روایت کا ارسال سے کوئی تعلق نہیں پس کوئی تعارض نہیں اور جب تعارض نہیں تو پھر تاویل کی کوئی ضرورت نہیں یہ خواہ مخواہ تکلف ہے کہ اذا کان قائما سے پہلے قیام کی حالت مراد لی جائے بلکہ وہ اپنے عموم پر قائم ہے۔

تیسری دلیل میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگر اپنے عموم پر ہوگی تو وہ اِس صحیح حدیث قولی کے مخالف ہو جاتی ہے جس میں مسئی الصلوٰۃ کو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب رکوع سے سر اُٹھاؤ تو کھڑے رہو اپنی پیٹھ کو سیدھا رکھو حتیٰ کہ تمہاری سب ہڈیاں اپنے اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آئیں اور اِس سے رکوع کے بعد ارسال کیا جائے اور زیر بحث حدیث (جو فعلی ہے) سے معلوم ہوتا ہے (علی زعم الواضعین) کہ اِس میں وضع کرنا ہے اور یہ مسلم ہے کہ قول و فعل میں تعارض کے وقت اگر جمع نہ ہو سکے تو قول ہی مقدم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کما لا یخفی علی اصحاب العلم" میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے کہ مستی الصلوٰۃ والی حدیث کا ہاتھوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں صرف بیٹھ کو سیدھا کرنے کا حکم ہے جیساکہ قرائن، شراح کے کلام اور کتب لغت سے ثابت کیا گیا نیز حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم کا قول بھی نقل کیا گیا کہ اس حدیث کا ہاتھوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس قولی حدیث کا نسائیؒ والی فعلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں اس لئے مصنف محترم نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان راجح مرجوح کا جو تکلف کیا ہے وہ بالکل بے معنی ہے کیونکہ نہ دونوں میں مقابلہ ہے نہ تعارض۔ اس لئے نہ تطبیق کی ضرورت ہے نہ کسی ایک کو چھوڑنے کی مجبوری لازم آتی ہے۔

چوتھی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث کو عموم پر رکھا جائے گا تو یہ اس صحیح حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے معارض و مخالف ہوگی جو صحیح بخاری میں موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے یا جب بھی قیام کرتے تو ہاتھ مبارک اٹھاتے تھے"

میں کہتا ہوں کہ یہاں مصنف نے پوری حدیث نقل نہیں کی ورنہ خود حدیث کے الفاظ اس استدلال کو رد کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ اس میں ایسا قرینہ ہے جس سے مطلب واضح ہوجاتا ہے چنانچہ بخاری ص ۱۰۲ ج ۱ میں یہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ عن عبداللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذا رفع رأسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلك فی السجود اب اِس روایت میں رفع الیدین تین مقامات پہ مذکور ہے نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رکوع کے وقت اور اِس سے اُٹھتے وقت کا ذکر کرنا بتلاتا ہے کہ اِس سے مراد نماز شروع کرتے وقت اور رفع الیدین ہے۔ امام کرمانی شرح بخاری جلد ۵ ص ۱۰۴ میں فرماتے ہیں کہ قام فی الصلواۃ ای شرع فیہا وہو عبر قام الیہا و قام لہا ولا یخفی الفرق بین الثلاثۃ۔ اِسی طرح عینی شرح بخاری جلد ۵ ص ۲۷۲ (المنیریہ) اور قسطلانی شرح بخاری جلد ۲ ص ۶۹ میں ہے۔ اذا قام فی الصلواۃ ای شرع فیہا ثابت ہوا کہ یہ نماز شروع کرنے کا وقت ہے نسائیؒ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اذا کان قائما فی الصلواۃ یعنی جس وقت نماز میں آپ کے کھڑے ہونے کی حالت آتی تھی اور مصنف کی پیش کردہ حدیث میں ہے اذا قام فی الصلواۃ اِس کے بعد رکوع اور اِس سے اُٹھنے کا ذکر ہے لہذا دونوں میں فرق ہے بلکہ حدیث اذا کان قائما فی الصلواۃ قبض بیمینہ علی شمالہ مصنف کی اِس معنیٰ کو رد کرتی ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں رفع الیدین کرے بلکہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھے ہیں۔ اذا کان وغیرہ عموم کے لئے ہیں۔ مگر جہاں تخصیص کے لئے کوئی خاص دلیل وارد ہو۔ دلیل کے بغیر تخصیص جائز نہیں۔ مصنف محترم خود مانتا ہے کہ اِس قسم کی ترکیب ہمیشہ عموم و شرط کے لئے نہیں آتی ہے، جس کا معنی کبھی کبھی عموم کے لئے بھی آتی ہے۔ پھر ایسی صورت میں فیصلہ کا طریقہ یہی ہے کہ جہاں کوئی دلیل خاص کرنے والا یا عموم سے کسی ایک فرد کو مستثنیٰ کرنے والا موجود ہے تو تخصیص کی جائے گی ورنہ نہیں مصنف محترم پہ لازم تھا کہ تخصیص کی کوئی دلیل پیش کرتے جس سے ثابت ہوتا کہ بعد الرکوع والے قیام میں ہاتھ باندھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ کوئی اور سنت ہے باقی صرف لمبی تقریر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں یہ بھی مصنف کا کہنا صحیح نہیں کہ یہ ترکیب عموم پر نص نہیں کیونکہ جب تک کوئی تخصیص کی دلیل نہیں تب تک یہ ترکیب عموم کے لئے ہی ہوگی ہر جگہ قرآن وحدیث میں اذا عموم کے لئے استعمال ہوا ہے بعض جگہ تخصیص کے لئے دلائل وارد ہیں وہ افراد خاص ہوں گے جو لوگ یہاں بھی " اذا " کو عموم کے لئے نہیں مانتے وہ ایسی دلیل پیش کریں جس سے قیام ثانی اس حدیث سے مستثنیٰ ہو سکے یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث سے قطعًا مخالف نہیں بلکہ اس میں قرینہ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کی جاتے۔

یہ الزام مصنف کا صحیح نہیں کہ " ہاتھ باندھنے والے اس حدیث نسائی والی کو عام سمجھتے ہیں تو بخاری کی حدیث کے مطابق رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ اٹھائے رکھنے چاہیئں " کیونکہ اس میں قرینہ موجود ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت کا ذکر ہے نص ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلم کی حدیث میں قیام قبل الرکوع میں وضع کے لئے نص ہے۔ لیکن یہ روایت بعد الرکوع والے قیام میں وضع کو منافی نہیں ہے۔

لہذا عام حدیث اپنی جگہ پر قائم ہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

انصاف کی بات یہی ہے واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (الانعام ۱۹ پ) جب حدیث نسائی عام حکم بتلاتی ہے تو پھر اس کو کسی ایک قیام کے ساتھ خاص کرنے کے لئے کوئی ایسی نص صریح چاہیئے۔ جو کہ قیام بعد الرکوع کو اس حکم سے خارج یا مستثنیٰ کر سکے۔

؎ گر ز عشقت خبرے ہست بگوئے واعظ ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغاں چیزے نیست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین

جب کسی محدث سے ارسال یا ہاتھ کھولنے کا کوئی ثبوت نہیں نہ اس پہ اجماع ہے ایسی صورت میں انصاف فرمائیں کہ مرغی کی ایک ٹانگ کون کہتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یا عموم کو تسلیم کرو یا تخصیص کی دلیل لاؤ یا وہ جو بلا وجہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف پہلا قیام ہے جبکہ دوسرے قیام کے لئے جدا حکم وارد نہیں ہے۔

ع ذرا انصاف سے کہئے خدا لگتی

پانچویں دلیل یہ دیتے ہیں کہ "اگر اذا کان قائما کے عموم سے دونوں قیاموں کی ہیئت معلوم ہوتی ہے تو بتایا جائے کہ جو آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (نوافل میں یا عدم الاستطاعت کی وجہ سے فرائض میں) وہ کونسا طریقہ اختیار کرے۔"

میں کہتا ہوں کہ یہی سوال آپ پر بھی وارد ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث اذا کان قائما کو اگرچہ ہم عام سمجھتے ہیں لیکن آپ کے نزدیک اس سے مراد صرف قیام قبل الرکوع ہے اور دونوں صورتوں میں معنی شرطی ہوتی۔ کیونکہ معنی وہی ہوگی کہ ہاتھ اسوقت باندھے جائیں جب قیام ہو فرق صرف یہ ہے کہ ہم ہر قیام سمجھتے ہیں اور آپ صرف قیام قبل الرکوع مراد لیتے ہیں پس آپ سے بھی یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب بقول آپکے اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اس میں قیام نہیں تو پھر آپ ہاتھ کیوں باندھتے ہیں حالانکہ آپ کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں ہاتھ باندھے دیکھا گیا ہے پس جو آپ جواب دیں گے وہی آپ ہماری طرف سے جواب سمجھیں۔ ثانیاً قیام نماز کا رکن ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اب اگر کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ سے سوال کرے کہ اس نماز میں جب قیام ہی نہیں ہے تو پھر وہ نماز کیسے درست ہوگی؟ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ قیام فرض یا رکن نہیں ہے تو پھر وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کسی رکن کے رہ جانے سے نماز ہو جاتی ہے پس مصنف محترم اور اس کے ہم خیال بتائیں۔ کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کو کیسے جائز سمجھتے ہو اگر کہو گے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والی صورت میں وہ حالت قیام والی حالت کے قائم مقام ہے تو پھر سوال ہی ختم ہوا اور قیام قبل الرکوع کو اس کا قائم مقام جاننا اور قیام بعد الرکوع کو نہ جاننا یہ بھی انصاف کے خلاف ہے ثالثاً بیٹھ کر نماز پڑھنے والی صورت میں بھی سلف اس کو قیام سمجھتے تھے مصنف ابن ابی شیبۃ صہ ۲۷۱/۲ میں ہے من قال اذا صلی وھو جالس جعل قیامہ متربعا حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن حماد عن ابراہیم قال اذا صلی قاعدا جعل قیامہ متربعا حدثنا اسباط بن محمد عن مطرف عن سلیمان بن مزیح قال دخلت علی سالم وھو یصلی جالسا جعل قیامہ متربعا فاذا الاد ان یرکع رکع وھو متربع واذا اراد ان یسجد ثنی رجلہ حدثنا وکیع قال کان سفیان اذا صلی جالسا قیامہ متربعا فاذا اراد ان یرکع رکع وھو متربع فاذا اراد ان یسجد ثنی رجلہ۔ ان آثار سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والی صورت میں بھی سلف صالحین قیام سمجھتے تھے پس سوال نہیں رہا۔ نیز مصنف نے جو اپنے ایک دوست کا واقعہ لکھا ہے کہ ہم قیام والی حالت پہ قیاس کرتے ہیں، اس کے جواب کا وہی ذمہ دار ہے لیکن ہم اتنا مصنف محترم سے پوچھتے ہیں کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھنے والی حالت میں رکوع سے پہلے ہاتھ باندھتے ہو تو اس کے لئے آپ کے پاس قیاس کے علاوہ کونسی دلیل ہے جب وہ بیان کریں گے تو ہمارا مسلک ثابت ہو جائیگا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جو مسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تھے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور دائیں ہاتھ کی وہ انگلی جو انگوٹھے کے متصل ہے اس کو اُٹھا کر دعا کرتے رہتے۔ اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر کھلا ہموار رکھتے" اس کے بھی وہی جواب ہیں اگر اس میں بھی وہی عموم رکھو گے تو آپ پر بھی اعتراض وارد ہوگا کیونکہ آپ بھی بیٹھ کر نماز پڑھتے وقت رکوع سے پہلے ہاتھ باندھتے ہو۔ اگر وہاں عموم سے انکار کرو گے تو اعتراض رد ہو جائے گا بلکہ آیت افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق بھی وہی لوگ ہیں جو بلاوجہ کسی عام حکم کو خاص کرتے ہیں اور ایک حالت کے لئے مانتے ہیں۔ دوسری کے لئے نہیں باقی یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ امام نسائی اور دیگر محدثین کی طرف کی گئی نسبت صحیح نہیں۔

دوسری دلیل ہماری یوں نقل کرتے ہیں کہ "حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب تکبیر تحریمہ کہی تو ہاتھ اُٹھائے پھر جب رکوع کیا تب بھی اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تب بھی ہاتھ اُٹھائے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑ رکھا تھا" پھر فرماتے ہیں "اب وضع کے قائلین حضرات فرماتے ہیں کہ اس روایت میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ رکوع کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ میں نے آپ کو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دیکھا اس سے ثابت ہوا کہ اس قیام میں بھی وضع ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال واضح ہے کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتا ہے اور دونوں قیاموں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے آپ کو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دیکھا اس طریقہ بیان سے ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ دونوں قیاموں کے بعد وضع کا ذکر کرتا ہے جس میں یہی حکمت ہے کہ دونوں قیاموں میں انہوں نے ہاتھ باندھے دیکھا مسلم والی حدیث جس میں پہلے قیام میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے دوسرے میں نہیں جس کے لیے ہم نے کہا تھا کہ چونکہ دونوں قیاموں میں ہاتھوں کی ہیئت ایک ہے جب ہی تو ایک کے ذکر کرنے کو کافی سمجھا اگر دونوں میں ہاتھوں کی ہیئت کا فرق ہوتا۔ تو صحابی فرق بیان کرتا اور یہ حدیث بحمد اللہ ہمارے جواب کی پوری تائید کرتی ہے دونوں حدیثوں یعنی صحیح مسلم والی گذشتہ حدیث اور مسند احمد والی حدیث دونوں کا ایک ہی راوی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے ثابت ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قیاموں میں ہاتھ باندھے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے کہیں تو صرف ایک قیام کی ہیبت بیان کرتا ہے اور کہیں دونوں قیاموں کو ذکر کر کے پھر ہیئت بیان کرتا ہے ایسے واضح دلیل سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کر سکتا باقی مصنف نے جو اس کے تین جواب لکھے ہیں ان کی حقیقت پیش کرتے ہیں پہلے جواب میں فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث شاذ ہے" اور شاذ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ "شاذ وہ ہے کہ ایک مقبول (غیر ضعیف راوی) اپنے سے زیادہ ثقہ یا احفظ یا اپنے سے زیادہ رواۃ کے مخالف کوئی روایت کرے"۔

میں کہتا ہوں کہ شاذ کی یہ تعریف صحیح ہے لیکن یہاں روایتوں میں کوئی مخالفت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ انہوں نے مسند احمد سے پانچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتیں نقل کی ہیں مگر ایک روایت بھی اس کے مخالف یا منافی نہیں ہے کیونکہ خود مصنف کا کلام ہے کہ " اور یہی عبداللہ بن الولید ہے جس نے اسی امساک والی روایت یعنی درأیتہ ممسکا یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ کا ٹکڑا رکوع کے بعد ذکر کیا۔ حالانکہ امام احمد کی مسند میں اسانید صحیح سے اور بھی چند روایات میں امام احمدؒ کے شیوخ بھی سب ثقہ وثبت اور حفاظ ہیں لیکن ان سب ثقات شیوخ سے اس وضع کا ذکر صرف پہلے ہی قیام میں کیا ہے کسی ایک نے بھی بعد الرکوع اس قطعہ کو ذکر نہیں کیا۔

ناظرین۔

خدا لگتی انصاف کریں کہ اس روایت اور ان پانچ روایتوں جن کو مصنف محترم نے ذکر کیا ہے ان میں کوئی اختلاف یا منافات ہے! ہرگز نہیں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ اس روایت میں وائل رضی اللہ عنہ یہ جملہ درأیتہ ممسکا یمینہ علی شمالہ کو دونوں قیاموں کے ذکر کرنے کے بعد ذکر کرتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ حکم ہاتھ باندھنے کا دونوں قیاموں کے لئے ہیں اور دوسری چار روایتوں میں صرف رکوع سے پہلے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے لیکن ان میں بعد میں ہاتھ باندھنے کی نفی نہیں ہے پھر کیسے منافات ہوگی! منافات جب ہو کہ ان روایات میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی نفی ہو یا اس قیام میں ہاتھوں کے لئے وضع کے علاوہ کوئی اور ہیئت مذکور ہو۔ تب یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک راوی تو بعد الرکوع وضع کا ذکر کرتا ہے دوسرے چار وضع کا انکار کرتے ہیں یا وضع کے علاوہ کوئی اور ہیئت بتلاتے ہیں پھر تو اکثر اور اوثق کی روایت راجح ہوگی اور ایک کی روایت مرجوح اور شاذ ہوگی۔ کیونکہ مخالفت اور منافات کی تعریف یہ ہے کہ " بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فھذہ ھی التی یقع الترجیح بینھا و بین معارضھا فیقبل الراجح و یرد المرجوح" (شرح النخبہ ص۳۷) یعنی ایسی مخالفت جو ایک روایت کو قبول کرنے سے دوسری کا رد لازم لائے۔ ایسی صورت میں جو راجح ہوگی اسکو قبول کیا جائے گا۔ اور مرجوح کو رد کیا جائے گا اور یہ صورت یہاں نہیں دونوں روایتوں میں ایسی مخالفت ہرگز نہیں ہے جو راجح مرجوح یا شاذ اور محفوظ کی بحث کی جائے۔ بلکہ یہاں ایک طرف امام احمد بن حنبل کا استاد عبداللہ بن الولید دونوں قیاموں کو ذکر کرکے پھر ہاتھ باندھنے کا ذکر کرتا ہے جس کا معنی دونوں قیاموں میں ہاتھوں کی ہیئت بتلاتا ہے اور امام احمد کے باقی چار استاد صرف ایک قیام کا ذکر کرتے ہیں جس کی توجیہ ہم نے پہلے تبلادی ہے کہ جب دونوں قیاموں میں ہاتھوں کی ہیئت ایک تھی اس لئے صرف ایک کی ہی کیفیت بیان کرنے کو کافی سمجھا۔ علاوہ ازیں دوسرے قیام میں کچھ نہ ذکر کرنا اس کے منافی نہیں ہے بلکہ اُن کی روایات میں بقول مصنف صرف ایک مسئلہ بیان ہے یعنی رکوع سے قبل ہاتھ باندھے جائیں اور عبداللہ بن الولید کی روایات میں زائد مسئلہ بیان ہے یعنی کہ دونوں قیاموں میں ہاتھ باندھے جائیں عبداللہ بن الولید کو مصنف نے اپنے کلام میں صدوق مانا ہے اور بموجب اصول محدثین ثقہ اور صدوق کی زیادتی مقبول ہے بشرطیکہ اصلی روایت کے منافی نہ ہو جیسا کہ شرح نخبہ ص۳۷ میں مذکور ہے پس یہ مسئلہ اس باب سے ہے کہ عبداللہ بن الولید کی یہ روایت امام احمد کے باقی چار استادوں کی روایتوں کے خلاف نہیں ہے جو اس کو شاذ کہا جائے۔ مصنف کو چاہیئے کہ شاذ کہنے سے پہلے دونوں روایتوں میں ایسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافات ثابت کرے کہ اگر ایک کو قبول کیا جائے تو دوسرے کو رد کرنا لازم آجائے پھر کسی ایک روایت پر شاذ کا حکم لگائے اس کے بغیر یہ حکم لگانا اصول محدثین کے خلاف ہے مصنف نے عبداللہ بن الولید کے بارے میں کلام کیا ہے اس میں صرف تین چیزیں تہذیب سے نقل کی ہیں پہلی یہ کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ "یہ راوی بسا اوقات رواۃ کے ناموں میں غلطیاں کرتا تھا" حالانکہ یہاں کسی راوی کے نام میں غلطی پر بحث نہیں لہذا یہ بات موضوع سے خارج ہے متن میں کوئی غلطی نہیں ثانیاً امام احمد کا کلام اس طرح ہے "حدیثہ حدیث صحیح وکان ربما اخطأ فی الاسماء (التہذیب ص۲ ج۶) یعنی اس کی حدیث صحیح ہے اور کبھی راویوں کے ناموں میں غلطی کرتا ہے پس راویوں کے ناموں میں غلطی کرنا اس کی حدیث کو ضعیف یا کمزور نہیں کرتا مثلاً شعبہ بن الحجاج کے لئے مشہور ہے کہ وہ ناموں میں غلطی کرتا تھا مگر اس بنا پر اس کی حدیث ضعیف نہیں کہی جاتی بلکہ وہ علم حدیث میں غلطی کرنا اس کی حدیث کو ضعیف نہیں بناتا دوسری بات امام ابوحاتم رازی سے نقل کرتے ہیں کہ "اس کی حدیث لکھی تو جائیگی لیکن اس کو حجت نہیں بنایا جاسکتا" مگر ابوحاتم کا تشدد مشہور ہے اور عبداللہ بن الولید کے حق میں آئمہ کی توثیق وارد ہے چنانچہ امام احمد نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے دارقطنی نے اُسے ثقہ ماموں کہا ہے عقیلی نے ثقہ معروف کہا ہے ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ مستقیم الحدیث ابن عدی کہتا ہے کہ میں نے اُن کی احادیث میں کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی پس ایسے شخص کی روایت سے حجت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ تیسری چیز یہ نقل کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ " امام ساجی نے امام یحیٰ بن معین ؒ کی تضعیف نقل کی ہے " لیکن اس طرح امام ابن معین سے تضعیف منقول نہیں ان کا قول یہ ہے کہ " لا اعرفہ لم اکتب عنہ شیأ " (التہذیب ج۶ ص۶۹) یعنی میں اس کو جانتا نہیں اور نہ اس سے کوئی روایت نقل کی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اس کو جانا پہچانا ہے انہوں نے اس کی توثیق اور تعدیل کر دی ہے ثانیاً امام احمد نے ان سے بہت سے حدیثیں نقل کی ہیں (التہذیب) اس لئے آپ نے اس کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے جیسا کہ اوپر گذرا ثالثاً امام ابن معین بھی مشہور متشدد ہے۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ واقعی اس نے تضعیف کی ہے تو بھی جرح مبہم ہے اور اس کے مقابلہ میں عبداللہ بن الولید کے حق میں آئمہ حدیث سے توثیق کے مقابلہ میں جرح مبہم معتبر نہیں ہوا کرتا جیسا کہ شرح نخبہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے نیز لسان المیزان کا مقدمہ بھی دیکھنا چاہیئے پس ثابت ہوا کہ عبداللہ بن الولید پر کوئی معتبر جرح نہیں ہے لہذا اس کی حدیث مقبول ہے۔ پھر تقریب التہذیب سے نقل کرتے ہیں کہ " صدوق ربما اخطأ " ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ " صدوق ہیں اور لیا اوقات غلطیاں کرتے ہیں " لیکن " ربما " کا معنیٰ کبھی کبھی بھی ہو سکتا ہے پس یہ روایت قابل قبول ہے مصنف نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں اس حدیث کی مخالفت نہیں ہے پس اس روایت کو شاذ کہنا اصولاً غلط ہے دوسرے جواب میں فرماتے ہیں کہ " اس روایت میں دراصل راوی کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی ہیئات فی الجملہ بیان کرنا تھا یعنی یہ اور باتیں بھی نماز میں ہیں ان باتوں میں سے ایک وضع الیدین علی الصدر بھی ہے جس کی جگہ پہلا قیام ہے لیکن اس جگہ چونکہ ان باتوں کا فی الجملہ بیان کرنا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکہ ان کی ترتیب اس لئے یہ کہدیا کہ ورائیتہ ممسکا یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ ؂
لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابیٔ جلیل یہاں دونوں قیاموں کے ذکر کرنے کے بعد اس جملہ کو کیوں ذکر کرتا ہے۔ آخر اس میں بھی کوئی حکمت ہونی چاہیئے اور حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ دونوں قیاموں کی یہی سنت ہے۔ بیشک اس نے مطلق نماز کی حالت بیان کی ہے کوئی خاص جگہ باندھنے کی ذکر نہیں کی ہے لیکن دونوں قیاموں کے بعد ذکر کرنے میں بیان ہے کہ دونوں قیاموں میں ہاتھ باندھے گئے۔ ثانیاً اگرچہ فی الصلوٰۃ مطلق ہے لیکن رکوع سجدہ اور جلسہ میں ہاتھوں کی حالت الگ مذکور ہے

لہذا باقی یہی دو قیام قبل الرکوع اور بعد الرکوع رہتے ہیں جن کے لئے یہ حکم ہے اور فرماتے ہیں کہ یہاں واو عطف میں ترتیب بالکل نہیں اور لکھتے ہیں کہ اس کی تحقیق میں نے کتاب التحقیق الجلیل میں کافی شافی کر دی ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں لمبے چوڑے کلام کی ضرورت نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا غلط ہے کہ واو ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ امام ابن ہشام المغنی صکلہ میں فرماتے ہیں کہ وللترتیب کثیر ولعکسہ قلیل وقول السیرافی ان النحویین اجمعوا علی انہا لا تفید الترتیب مردود بل قال بافادتہا ایاہ قطرب والربعی والمستراد وثعلب وابوعمر والزاہد وہشام والشافعی ؂ یعنی زیادہ تر واو ترتیب کے لئے آتا ہے اس کے برعکس بغیر ترتیب کے کم آتا ہے اور سیرافی کا یہ کہنا غلط ہے کہ نحوی اور لغوی علماء کا اجماع ہے کہ واو ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ کئی نحوی اس کے قائل ہیں کہ واو ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً قطرب، الربعی، الفراء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثعلب، ابوعمر، زاہد، ھشام اور امام شافعی یہ سب کہتے ہیں کہ واو ترتیب کے لئے ہے اسی طرح نحو کی مشہور کتاب اصل الاصول فی ابواب النحو والفصول صنہ میں بھی ہے نیز امام شوکانی ارشاد الفحول ص۲۷ میں فرماتے ہیں کہ ویمکن ان یجاب عن ہذا الاستدلال بانہ امتنع جعل الواو ہنا للترتیب لوجود مانع ولا یستلزم ذلک امتناعہ عنہ عدمہ" جو اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ واو ترتیب کا اس وقت فائدہ نہیں دیتا جب کوئی ایسا قرینہ ہو جو ترتیب کی معنی لینے کو مانع ہو اور جہاں ایسا کوئی قرینہ نہ ہو وہاں ترتیب کا فائدہ دے گا مصنف نے اپنے رسالے میں جتنی مثالیں دی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی قرینہ ہے جو ترتیب کی معنی لینے کے مانع اور منافی ہے۔

لہذا وہ مثالیں دلیل نہیں بن سکیں یہاں بھی مصنف نے دو مثالیں دی ہیں پہلی مثال بخاری کی براء بن عازب سے مروی حدیث ہے جس میں کوئی رکوع سے پہلے سجدہ کا ذکر ہے مگر یہاں ہر ایک جانتا ہے کہ سب حدیثیں صحابہ کا عمل اور سلف کا طریقہ بلکہ اجماع امت ہے کہ رکوع سجدہ سے پہلے ہوا کرتا ہے یہ قرینہ صاف بتلاتا ہے کہ یہاں واو ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ ترتیب معنی لینے کو مانع ہے دوسری مثال مسند احمد سے وائل کی روایت نقل کرتے ہیں جس میں ہاتھ باندھنے سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھنے اور آمین کہنے کا ذکر ہے میں کہتا ہوں کہ یہ روایت شعبہ کی ہے اور امام ترمذی سنن ج۱ ص۳۴ میں اس کو ذکر فرماتے ہیں سمعت محمدا یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبۃ فی ہذا واخطاء شعبۃ فی مواضع من ہذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنبس وانما ہو حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیہ عن علقمۃ بن وائل ولیس فیہ علقمۃ و

www.KitaboSunnat.com

وانما ہو حجر بن عنبس عن وائل بن حجر وقال وخفض بہا صوتہ وانما ہو مد بہا صوتہ یعنی میں نے امام بخاری سے سنا کہ اس بارے میں سفیان ثوری کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور شعبہ نے اس روایت میں چند مواقع پر غلطیاں کی ہیں مثلاً اس نے کہا کہ عن حجر ابی العنبس حالانکہ صحیح یہ ہے کہ حجر بن العنبس اور اس کی کنیت ابوالسکن ہے (یعنی شعبہ نے اس کی کیفیت ابوالعنبس کہہ کر اس کو العنبس کا باپ بنا لیا حالانکہ وہ اس کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت دوسری ہے) شعبہ نے حجر بن العنبس اور وائل رضی اللہ عنہ کے درمیان میں علقمہ بن وائل کا واسطہ بڑھا دیا ہے حالانکہ دراصل حجر بن عنبس یہ حدیث براہ راست وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے نیز شعبہ نے کہا کہ خفض بہا صوتہ اور صحیح روایت یوں ہے کہ مد بہا صوتہ پھر امام ترمذی نے امام ابوزرعہ رازی سے بھی اس کی تائید میں قول نقل کیا ہے پھر سفیان ثوری کی تائید میں العلاء بن صالح الاسدی کی روایت نقل کرتا ہے جو کہ علی وجہ الصواب ہے اسی طرح امام مسلم نے کتاب التمییز میں بھی بتایا ہے کہ شعبہ نے اس روایت میں غلطیاں کی ہیں تو پھر یہ بھی غلطی ہو سکتی ہے ایضاً اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قال آمین واخفی بہا صوتہ اور مصنف ترجمہ میں لکھتا ہے کہ آمین کہی اور آواز کو مخفی کیا حالانکہ یہ روایت اہلحدیث کے نزدیک حجۃ نہیں ہے۔ پھر ایسی روایت کے پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس روایت کو دیکھ کر مصنف اور اُن کے ہم خیال آمین آہستہ کہنے کے قائل ہو جائیں گے؟ اگر نہیں تو پھر جو روایت قابلِ قبول نہیں اس کو یہاں کیوں بیان کرتے ہیں بالغرض یہاں یہ کہنا کہ راوی کے تصرف سے تقدیم تاخیر ہو گئی ہے محض وہم ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابی کا یہ جملہ اپنی معنی میں بالکل صاف ہے اور یہ کہنا کہ "وضع کی جگہ دوسری احادیث میں متعین ہو گئی ہے" کوئی دلیل نہیں کیونکہ ان احادیث میں بعد الرکوع ہاتھ باندھنے کی کوئی نفی نہیں اس لئے یہ تاویلیں کسی کام کی نہیں ہیں پھر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "اس جملہ دوایتہ ممسکا یمینہ علی شمالہ کے بعد ہے کہ فلما جلس جس کا مطلب کہ اس کے بعد فوراً بیٹھنا ہے کیونکہ فاء مہلت یا تراخی کے لئے نہیں ہوتی" میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہاں صرف فاء نہیں بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ فلما جلس یعنی پس جب بیٹھے۔ پس بیٹھنا اس قیام ثانی کے بعد متصل ہو یا دونوں کے درمیان میں سجدہ وغیرہ کا فاصلہ ہو پس اس قسم کا اعتراض عالم کے شان کے خلاف ہے تیسرا جواب یوں دیتے ہیں کہ صحابی اہل لسان تھے اور انہوں نے فی الصلوٰۃ کا لفظ یعنی نماز میں کہا ہے اور یہ الفاظ عام ہیں اگر یہ بات ہوتی جو ہاتھ باندھنے والے کہتے ہیں تو اس طرح کہنا چاہیئے تھا کہ پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتا تو ہاتھ اٹھاتے اور ان کو سینہ پر رکھا یا پھر ان دونوں ہاتھوں میں سے بائیں کو دائیں سے پکڑتا" میں کہتا ہوں کہ جو الفاظ صحابی نے فرماتے ہیں ان سے واضح ہے کہ نماز کے اندر ہر کھڑے ہونے والے کے لئے سنت ہے کیونکہ فی الصلوٰۃ کے لفظ کو خود مصنف عام سمجھتا ہے اور پھر دونوں قیاموں کے بعد ہاتھ باندھنے کا ذکر کرنا بھی مطلب میں صاف ہے اس پر مصنف یہ اعتراض کرتا ہے کہ ہمیں ان الفاظ کا اس جگہ عموم مسلم نہیں اور مدعیوں کی طرف سے ابھی تک کوئی ایسا دلیل پیش نہیں کیا گیا جس سے فی الصلوٰۃ میں اس جگہ عموم کا اثبات ہوتا ہے۔ حالانکہ پہلے خود قبول کر چکا ہے کہ یہ الفاظ عام ہیں ثانیاً فی الصلوٰۃ کا لفظ ہر ایک جانتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ پوری نماز کے لئے ہے اور اس نماز سے رکوع، سجدہ اور جلسہ کے لئے ہاتھوں کی ہیئت علیحدہ مذکور ہے پس دو قیام ہی رہتے ہیں جن کے لئے ہاتھوں کی ہیئت ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ الحاصل اس روایت میں نہ شذوذ ہے نہ اس میں کوئی ابہام ہے نہ مزید کسی تاویل کی گنجائش ہے۔ یہ تھے مصنف کے جوابات جن کی حقیقت ظاہر کر دی گئی اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جتنی باتیں مصنف نے کی ہیں ان سب پر پہلے ہمارے رسائل میں بحث ہو چکا ہے کوئی نئی چیز ذکر نہیں کی تاہم ہم نے تفصیل کے ساتھ ان باتوں پر بھی بحث کر دیا ہے ہمیں یقین ہے کہ قارئین کرام انصاف سے ہماری باتوں پر غور فرمائیں گے کیونکہ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں یعنی اذا کان قائما فی الصلوٰۃ قبض بیمینہ علی شمالہ اور بعد الرکوع کھڑا ہونے والا لغت اور شرع دونوں میں قائم ہے جس طرح بخاری صد میں اس کو قائم کہا گیا ہے پس ہم اس لمبی بحث کو نہیں چاہتے بلکہ دو مطالبے ہیں یا تو یہ کہا جائے کہ بعد الرکوع کھڑا ہونے والا قائم نہیں یا اور کسی صریح اور صحیح حدیث سے ثابت کیا جائے کہ رکوع کے بعد کھڑے ہونے والے کے لئے ہاتھ باندھنے کے علاوہ کوئی اور سنت ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس عموم کو تسلیم کیا جائے اور ہاتھ باندھنے کو دونوں قیاموں کے لئے عام سمجھا جائے۔

واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل

وہو تعالیٰ حسبی ونعم الوکیل۔

ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرحد کے عظیم محقق

حضرت العلامہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز نورستانی کی گواہی

۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء میں رمضان المبارک میں آپ کورنگی نمبر ۲ ٹی ایریا کی جامعہ مسجد اہلحدیث میں مغرب کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور امامت فرمائی ایک آدمی جسکا نام عبدالرحمن تھا اس کا تعلق جماعت المسلمین سے ہے آپ سے سوال کیا کہ کیا بعد الرکوع ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا ہاتھ باندھنا صحیح بلکہ اس کے جواز تک کی حدیث موجود ہے جبکہ ہاتھ چھوڑنے کی کوئی دلیل نہیں سائل نے پوچھا آپ ہاتھ کیوں نہیں باندھتے آپ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ حق کی گواہی مل گئی اسے کافی سمجھو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4567
10192

عالم اسلام کے جید علماء کی جماعت جو
رکوع کے بعد
حدیث کے مطابق ہاتھ باندھتی ہے

بلا دلیل اکابر پرستی کرنے والوں کیلئے ان جید علما و فضلاء کے نام پیش خدمت ہیں جو عالم اسلام کے جید محدث ہیں یا گذر چکے ہیں رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے اور باندھتے ہیں -

فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ سابق مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظ اللہ (مفتی اعظم سعودی عرب رئیس اعلی مجلس کبار علماء) فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ (سابق قاضی القضاۃ سعودی عرب) حمود بن عبداللہ التویجری فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان فضیلۃ الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندھی (دہر دلعزیز استاذ مدینہ یونیورسٹی) عرب کے محکمہ افتاء کے بڑے بڑے جید علماء، مفتیان کرام رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں سرزمین عرب کے ایک بہت بڑے عالم دین جنکا علمی مرتبہ ومقام فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے بعد شمار ہوتا ہے اور جو انتہائی راسخ فی الحدیث اور ٹھوس علمی شخصیت ہیں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے پروفیسر ہیں اور وہاں کی مرکزی جامعہ مسجد کے امام وخطیب یعنی فضیلۃ الشیخ محمد صالح بن عثیمین ہیں رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے ہیں فضیلۃ الشیخ صالح العلی الناصر (جامعۃ الامام کے شعبہ فقہ کے رئیس ہیں) بعد الرکوع ہاتھ باندھنے والوں کو بدعتی کہنے والو اگر تم میں جرأت ہے تو ان جید علماء کے نام کے ساتھ ایک اشتہار چھپواؤ اور انہیں بدعتی ہونے کا فتویٰ جاری کرو فاعتبروا یا اولی الابصار - / محمد انور سلفی ناظم اعلی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ